- نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھانا
- رفع یدین پر دوام ہے یا ترک
- نماز میں دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ
- آمین آہستہ کہنا مسنون ہے
- سجدہ سے زمین پر ٹیک لگائے بغیر اٹھنا سنت ہے
- جلسہ استراحت سنت ہے یا نہیں
- نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا
- سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا
- قراءت خلف الامام پر دوام ہے یا ترک
- سجدہ میں جانے کا طریقہ
- التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ
- دو ہاتھ سے مصافحہ۔

اتحاد اہل السنت والجماعت

jpg.tif not found.

............☆............

عرض مؤلف

بسم الله الرحمن الرحیم

ناچیز مؤلف اللہ تعالیٰ کا بہت ہی شکر گزار ہے کہ جس نے

12 مسائل کو ہندو پاک کے ہر طبقہ میں بے حد مقبولیت عطا فرمائی ہے۔

12 مسائل کو بلا شبہ سینکڑوں ہندو پاک کے برادران اہل سنت کے دین ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے۔

12 مسائل عوام وخواص اور علماء کیلئے خصوصاً مناظرین کیلئے بہت ہی مفید ہے۔

12 مسائل کے دس سال کے قلیل عرصہ میں تقریباً 30 ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

12 مسائل کی افادیت کو مزید دوبالا کرنے کیلئے بعض اہم اضافہ جات کے علاوہ احادیث کے عربی متون کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

التماس

قارئین سے التماس ہے کہ وہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مؤلف کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تمام تالیفات کو قبولیت تامہ سے نواز کر دنیا میں ہدایت کا اور آخرت میں مؤلف اور اس کے اساتذہ، مشائخ اور والدین کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔

منیر احمد غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بات چیت دینی مسئلہ میں ہو یا دنیوی مسئلہ میں، اگر با اصول ہو تو مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے اور اگر بے اصول ہو تو غیر مفید، بے نتیجہ اور ضیاع وقت۔ اس لئے اہل السنّت والجماعت اور غیر مقلدین کے درمیان نزاعی مسئلہ پر گفتگو کرنے سے قبل مناسب ہے کہ فریقین کے مسلمہ اصول تحریر کر دیے جائیں تاکہ جب بھی اہل السنّت والجماعت اور غیر مقلدین کسی نزاعی مسئلہ پر زبانی یا تحریری بات چیت کریں تو ہر فریق اپنے ان اصولوں کی پابندی کرے اور ان اصولوں میں رہ کر گفتگو کرے۔

غیر مقلدین کے تین اصول: (ان کی معتبر کتب کی روشنی میں)

............غیر مقلدین کے نزدیک شرعی دلیلیں صرف دو ہیں:

۱: قرآن ۲: حدیث

تیسری کوئی دلیل نہیں ان کا دعویٰ ہے: ”اہل حدیث کے دو اصول۔ فرمان خدا فرمان رسول۔“ غیر مقلدین حضرات کے پیشوا مولانا محمد جوناگڑھی لکھتے ہیں:

”برادران! آپ کے دو ہاتھ ہیں اور ان دونوں میں دو چیزیں شریعت نے دی ہیں ایک میں کلام اللہ اور دوسرے میں کلام رسول اللہ......اب نہ تیسرا ہاتھ ہے نہ تیسری چیز۔“

غیر مقلدین کے نزدیک نبی ہو یا امتی کسی کی رائے وقیاس حجت ومعتبر نہیں غیر مقلدین کے پیشوا جناب مولانا محمد جوناگڑھی لکھتے ہیں:

”سنیے جناب! بزرگوں کی مجتہدوں کی اور اماموں کی رائے، قیاس، اجتہاد واستنباط اور ان کے اقوال تو کہاں؟ شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی طرف سے بغیر وحی کے کچھ فرمائیں تو وہ حجت نہیں۔“ (طریق محمدی؛ ص 57 طبع لاہور)

پھر ص ۵۹ پر جوناگڑھی صاحب پیغمبر پاک ﷺ کی رائے کے بارے میں مزید لکھتے ہیں نہ اس کا ماننا تم پر ضروری نہ اس کا ٹھیک اور درست ہونا ہی ضروری تعجب ہے کہ جس دین میں نبی کی رائے حجت نہ ہو اس دین والے آج ایک امتی کی رائے کو دلیل سمجھنے لگے۔“

اور غیر مقلد عالم محمد ابوالحسن صاحب لکھتے ہیں:
”قیاس نہ کیا کرو! کیونکہ سب سے پہلے شیطان نے قیاس کیا۔“ (الظفر المبین؛ص14)
غیر مقلدین کے نزدیک امتیوں کی تقلید شرک ہے۔ غیر مقلدین کے عظیم محقق مولانا محمد ابو الحسن لکھتے ہیں:
”اور اس بات میں کچھ شک نہیں کہ تقلید خواہ آئمہ اربعہ میں سے کسی کی ہو خواہ ان کے سوا کسی اور کی، شرک ہے۔“ (الظفر المبین؛ص20)
نیز غیر مقلدین حضرات کے پیشوا مولانا محمد جونا گڑھی سوال و جواب کے عنوان سے ایک مسئلہ لکھتے ہیں: ملاحظہ کیجیے!
کیا یہ صحیح ہے کہ جس وہابی (غیر مقلد) کا باپ حنفی ہو کر مرا وہ یہ دعا نہ پڑھے رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ۔؟
مشرکین کے لیے دعا مغفرت ناجائز ہے۔ (سراج محمدی؛ص 47 طبع لاہور)
اور اسی سراج محمدی کے ص12 پر نمایاں سرخی قائم کی ہے: ”تقلید شرک ہے۔“ غیر مقلد محقق مولانا محمد ابوالحسن صاحب تقلید کی تعریف یوں لکھتے ہیں: ”تقلید کے معنی یہ ہیں کہ بغیر دلیل کے کسی کے حکم کو مان لینا اور یہ دریافت نہ کرنا کہ یہ حکم خدا اور اس کے پیغمبر کی طرف سے بھی ہے یا نہیں۔“ (الظفر المبین؛ص15)
فائدہ نمبر 1: چونکہ غیر مقلدین حضرات اپنے ان مذکورہ بالا تینوں اصولوں کا برملا اعلان و اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ان اصولوں کو ثابت کرنے کے لیے کتب غیر مقلدین کے حوالہ جات کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ تاہم اپنی بات کو پختہ کرنے کے لیے ہم نے بطور مشتے نمونہ از خروارے۔ ان کی چند معتبر کتابوں کے حوالے تحریر کر دیے ہیں۔ اب کتابوں کا غیر مقلدین کے ہاں معتبر ہونا بھی ملاحظہ کیجئے۔
29 مارچ 1937ء کو غیر مقلدین حضرات نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس منعقد کی جس میں مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہروی نے اہل حدیث کی علمی خدمات پر مشتمل ایک تفصیلی مقالہ پیش کیا جو پہلے ہندوستان میں پھر بعد از تقسیم پاکستان میں ”ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات“ کے نام سے خود اہل حدیث حضرات نے شائع کیا۔
اس کتاب میں جن کتب کی فہرست پیش کی گئی ہے وہ ان کی معتبر جماعتی کتب ہیں اور جماعتی عقائد و مسائل کی حامل ہیں ورنہ یہ حضرات ان کتابوں کو اہل حدیث کی علمی خدمات میں شمار نہ کرتے ہم نے جن کتب کا اوپر حوالہ دیا ہے۔ ان میں سے الظفر المبین کا ہندوستان میں

اہل حدیث کی علمی خدمات کے ص 60 پر اور طریق محمدی کا ص 72 اور سراج محمدی کا ص 69 پر اندراج ہے۔

فائدہ نمبر 2 : چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتی کی تقلید شرک ہے اور قیاس کرنا شیطان کا کام ہے لہذا غیر مقلدین حضرات اپنے ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے راویوں کی بحث میں حدیث کے ضعف وصحت میں، حدیث کی وضاحت وتشریح میں کسی امتی کا قول اور اس کی رائے پیش نہ کرسکیں گے۔ نیز قرآن کی آیت اور حدیث کا صرف ترجمہ کریں گے۔ وضاحت کے بہانے اس میں اپنی رائے شامل نہ کرسکیں گے جب وہ حدیث کا ترجمہ کرکے اپنا مطلب کشید کرنے کے لیے اپنی تقریر شروع کرتے ہیں تو حقیقت میں وہ ان کی اپنی رائے ہوتی ہے۔ لیکن یہ لوگ اپنی رائے کا نام حدیث رکھ دیتے ہیں۔ مثلاً: ''**لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ**۔'' (بخاری؛ ج 1 ص 104) کے بارے میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے۔ (سنن ابی داود ص ۱۱۹ ج ۱'' سنن ترمذی ص ۷۱ ج ۱) یعنی منفرد کی نماز فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی لیکن غیر مقلدین کے نزدیک حدیث میں لفظ ''مَنْ'' عام ہے۔ مقتدی، منفرد اور امام سب کو شامل ہے یہ ان کی رائے ہے اس عموم کی اللہ نے صراحت کی ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ لیکن وہ اس کو حدیث کا نام دے دیتے ہیں۔ اس لیے جب وہ امتی کا قول پیش کریں یا امتی کی رائے پیش کریں یا اپنی رائے شامل کریں تو پہلے ان سے تقلیدی شرک اور قیاس والی شیطانیت سے توبہ کرائیں پھر آگے بات چلائیں۔

اھل السنت والجماعت کے چار اصول :

اہل السنّت والجماعت حنفی ہوں یا شافعی، حنبلی ہوں یا مالکی، سب کے نزدیک شرعی احکامات ثابت کرنے کے لیے چار دلیلیں ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اجماع امت، قیاس شرعی۔ یعنی شریعت کے بعض احکام کتاب اللہ سے ثابت ہیں بعض سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعض اجماع سے جبکہ بعض قیاس شرعی سے ثابت ہوتے ہیں۔ قیاس شرعی کا مطلب ہے کہ کتاب وسنت میں مذکور حکم یا اجماعی حکم کے ضمن میں مخفی ومستور قاعدہ کلیہ کو تلاش کرکے غیر منصوص مسئلہ کو اس قاعدہ کلیہ کے ذریعے حل کرنا اور اس کا حکم شرعی معلوم کرنا۔ مثلاً: ''حدیث پاک میں ہے **اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِی الطَّعَامِ فَامْقُلُوْهُ** کہ کھانے میں اگر مکھی گر جائے تو غوطہ دے (کر اس کو نکال) دو (اور کھانا کھالو)۔'' (سنن ابن ماجہ ص ۲۵۰ ج ۱' شرح السنۃ ص ۲۴۹ ج ۱' سنن ابی داود ص ۱۸۱ ج ۲' صحیح بخاری ص ۴۶۷

ج ا) اگر کھانے میں مکوڑا، بھڑ، ٹڈی، مچھر، جگنو، وغیرہ گر جائیں تو کیا حکم ہے؟

چونکہ ان چیزوں کا حکم صراحتاً نہ کتاب وسنت میں ہے نہ اجماع سے ثابت ہے اس لیے فقہاء نے قیاس شرعی کے ذریعے ان کا حکم بتایا ہے۔ اس طور پر کہ انہوں نے مکھی کے بارے میں جو حکم منصوص ہے اس کے اندر غور کیا تو ان کو اس منصوص حکم کے ضمن میں ایک مخفی قاعدہ کلیہ مل گیا وہ یہ کہ مکھی کی وجہ سے کھانا اس لئے حرام و ناپاک نہیں ہوتا کہ اس کی رگوں میں گردش کرنے والا خون موجود نہیں۔

لہذا تمام ایسی چیزیں جن کی رگوں میں گردش کرنے والا خون نہیں ان کا حکم بھی مکھی والا ہوگا۔ یعنی ان کو نکال دو اور کھانے پینے کی چیزیں کھا پی لو۔ لیکن غوطہ دے کر نکالنا مکھی کی خصوصیت ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ "فَاِنَّ فِیْ اِحْدٰی جَنَاحَیْہِ سُمًّا وَفِی الْآخَرِ شِفَاءً وَ اِنَّہٗ یُقَدِّمُ السُّمَّ وَیُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ (شرح السنۃ ص ۶۴۹ ج ا) اس کے ایک پَر میں بیماری ہے دوسرے میں شفاء۔ وہ گرتی ہے تو بیماری والا پَر پہلے ڈبوتی ہے" لہذا نکالنے سے پہلے اس کو غوطہ دے دیا جائے تا کہ شفاء والا پَر بھی ڈوب جائے جبکہ اس نوع کی باقی چیزوں میں یہ بات نہیں ہے اس لیے ان کو غوطہ دینے کی ضرورت نہیں۔ سو قیاس شرعی سے مراد محض قیاس آرائی نہیں جیسا کہ غیر مقلدین حضرات نے سمجھ رکھا ہے اور اپنی اس کوتاہ فہمی یا کج فہمی کی بناء پر لوگوں کو قیاس کے حوالے سے مجتہدین وفقہاء سے متنفر کرنے کی روش اپنا رکھی ہے

چند ضروری امور

امر اول: (ہر فن میں ماہر فن کی رائے معتبر ہوتی ہے)

اہل السنّت والجماعت بلکہ تمام عقلاء کے نزدیک ہر فن میں اس فن کے ماہرین کی رائے معتبر ہوتی ہے۔ مثلاً ڈاکٹری کے مسئلہ میں ڈاکٹر کی، انجینئرنگ کے مسئلہ میں انجینئر کی، زراعت کے مسئلہ میں ماہر زراعت کی، گرائمر میں ماہرین صرف ونحو کی، لغت میں ماہرین لغت کی رائے معتبر ہوگی اور احادیث کی صحت وضعف میں ماہرین حدیث کی رائے کا اعتبار ہوگا۔

امر دوم: (صحت وضعفِ حدیث کی دو قسمیں)

یہ بات خوب سمجھنی اور یاد رکھنی چاہیے کہ حدیث کی صحت وضعف کی دو قسمیں ہیں۔

1: صحت وضعف بحسب السند۔

2: صحت وضعف بحسب العمل۔

یعنی جو حدیث معمول بہ ہے، وہ صحیح ہے۔ جو حدیث متروک وغیر معمول بہ ہے، وہ ضعیف

ہے۔ اسی معنی میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے ساتھ رفع یدین کے مناظرہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کو ضعیف کہا تھا (مسند امام اعظم ص ۵۰، المناقب للموفق ص ۱۳۱ ج ۱، جامع المسانید ص ۳۵۲ ج ۱) اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے رفع یدین کی تمام حدیثوں کو ضعیف کہا ہے۔ (المدونۃ الکبریٰ؛ ج 1: ص 71، فتح المالک بتبویب التمہید ص ۴۷ ج ۲) ورنہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث سنداً بالکل صحیح بلکہ اصح الاسانید ہے۔ لیکن ترک رفع یدین کی احادیث صحیحہ اس کے معارض ہیں اس معارضہ والی علت کی بناء پر احادیثِ رفع یدین معلول وضعیف ہیں۔ چنانچہ الشیخ المحدث العلامہ عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں' **فقولہ لم یصح معناہ لم یصح شئ یصلح حجۃ بلا معارض ولیس المراد ان اسناد الزھری غیر صحیح** (کوثر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اصول الحدیث النبوی ص ۱۱) کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے رفع یدین کی حدیث کے بارے میں جو لم یصح کہا اس کا یہ مطلب یہ ہے کہ رفع یدین کے بارے میں کوئی ایسی حدیث صحیح ثابت نہیں جو بغیر کسی معارض حدیث کے حجت بن سکے اور اس لم یصح کا یہ مطلب نہیں کہ زہری والی سند صحیح نہیں ہے۔

ان دو قسموں کو یوں تعبیر کیا جا سکتا ہے صحت وضعف اسنادی اور صحت وضعف واقعی۔

ماہرین حدیث کی دو قسمیں:

اسی طرح ماہرینِ حدیث کی بھی دو قسمیں ہیں: محدثین اور مجتہدین۔ محدثین کی مہارت اور ان کی تحقیق کا دائرہ حدیث کی اسناد اور الفاظ تک محدود ہے یعنی وہ رواۃ حدیث کے تاریخی حالات کی روشنی میں اپنے اجتہاد سے سند کا درجہ متعین کرتے ہیں کہ یہ سند موضوع ہے یا غیر موضوع؟ صحیح ہے یا غیر صحیح؟ پھر غیر صحیح ہو کر حَسن ہے یا ضعیف؟ صحت کس درجہ کی ہے اور ضُعف کس درجہ کا۔ اسی طرح بعض دفعہ محدث مختلف سندوں کے ساتھ روایت کردہ حدیث میں الفاظ حدیث کے اختلاف وفرق کو بھی بیان کرتا ہے کہ فلاں راوی کی حدیث میں یہ لفظ ہے اور فلاں راوی کی حدیث میں یہ لفظ ہے۔ جبکہ مجتہدین کی تحقیق کا دائرہ اس سے وسیع تر ہے وہ پانچ امور میں تحقیق کرتے ہیں:

﴿۶﴾: ثبوت وعدم ثبوت (یعنی بنیادی طور پر یہ حدیث ثابت ہے یا نہیں؟)

﴿۷﴾: احادیث کے معانی کی تشریح وتوضیح۔

﴿۸﴾: حدیث معمول بہ ہے یا غیر معمول بہ؟ درجہ عمل میں متروک ہے یا غیر متروک؟

﴿۹﴾: حدیث سے ثابت شدہ حکم کی شرعی حیثیت کا تعین یعنی وہ فرض ہے یا واجب؟ سنت

ہے یا مستحب؟ مباح ہے یا مکروہ؟ مکروہ تنزیہی ہے یا مکروہ تحریمی؟ یا حرام؟

﴿۱۰﴾: اس حدیث سے متعارض دوسری احادیث کے تعارض وتضاد کو دور کرنا۔

ان امور خمسہ کی تحقیق کے لیے ہر مجتہد کے اپنے اپنے اصول ہیں ہمارے امام ومجتہد سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان امور کی تحقیق کے لیے اسناد کے ساتھ آثار صحابہؓ کو بھی بنیاد بنایا ہے البتہ آثار صحابہؓ نہ ملنے کی صورت میں انہوں نے کتاب وسنت سے ماخوذ اپنے اجتہادی اصولوں سے اور خداداد فقاہت، فقہی مہارت اور نہایت اعلیٰ درجہ کی اجتہادی صلاحیت سے بھی کام لیا ہے۔ پھر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تلامذہ اور مابعد کے دیگر فقہاء حنفیہ رحمۃ اللہ علیہم آثار تابعین وتبع تابعین کو بھی شامل کرلیا ہے۔ پس امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی تحقیق کے مطابق شرعی احکامات سے متعلق جو معمول بہا احادیث تھیں اوران سے جو احکامات شرعیہ ثابت ہوتے تھے ان احکامات کو انہوں نے حسن ترتیب کے ساتھ ''کتاب الطہارۃ'' سے لے کر ''کتاب المیراث'' تک ابواب وار جمع کر دیا ہے احکامات شرعیہ کے اسی مجموعہ کو ''فقہ'' کہا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ احادیث کی صحت وضعف کے بارے میں ہمارا اصول یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ حضرات نے آثار صحابہؓ اور آثار تابعین وتبع تابعین اور عملی تواتر کی روشنی ورہنمائی میں یا قرآن وحدیث سے ماخوذ اپنے اجتہادی اصولوں کے تحت جن حدیثوں کے معمول بہ وصحیح ہونے کا فیصلہ فقہی مسائل کی صورت میں دیا ہے، ہمارے نزدیک وہی صحیح ہیں۔ اگرچہ محدثین ان کو سند کے اعتبار سے ضعیف لکھ دیں اور جن حدیثوں کو ان حضرات نے غیر معمول بہا قرار دیا ہے، وہ ہمارے نزدیک ضعیف ہیں۔ اگرچہ محدثین ان کو سنداً صحیح قرار دیں۔

سوال یہ ہے کہ پھر محدثین کی تحقیق سند کا کیا فائدہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تاکہ ''کذاب'' اور ''وضاع'' لوگوں کو جھوٹی، من گھڑت حدیثیں بنانے کی جرأت نہ ہو۔ پس تحقیق سند کا خوف ان کے راستہ میں بڑی رکاوٹ ہے چنانچہ عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اگر تحقیق سند کا سلسلہ نہ ہوتا تو جو آدمی جو کچھ چاہتا، وہ کہہ ڈالتا۔'' (مسلم ،ص 12) حدیث کے صحت وضعف کے بارے میں مجتہدین وفقہاء کے فیصلہ کو ترجیح دینے اور مقدم سمجھنے کی چند وجوہ ہیں۔

ہر شعبہ سے متعلق مسئلہ میں اس شعبہ کے ماہرین کا فیصلہ زیادہ وزن رکھتا ہے۔ محدثین کا شعبہ تحقیق سند ہے جبکہ مجتہدین وفقہاء کا شعبہ تحقیق عمل ہے یعنی یہ فیصلہ کرنا کہ یہ حدیث معمول بہ ہے یا نہیں؟ یہ حدیث زیر عمل آسکتی ہے یا نہیں؟ مجتہدین کا کام ہے۔

لہذا اسند کی صحت وضعف میں محدثین کا فیصلہ معتبر ہوگا۔ لیکن حدیث معمول بہ ہے یا نہیں؟ یعنی معیار عمل کے اعتبار سے حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟ اس کے متعلق مجتہدین وفقہاء کا فیصلہ معتبر ہوگا۔ اسکی تائید کیلئے مندرجہ ذیل واقعہ ملاحظہ کیجئے علی بن خشرم راوی ہیں کہ ہم سے وکیع نے پوچھا **ای الاسنادین احب الیکم** تمھارے نزدیک ان دوسندوں میں سے کون سی سند زیادہ پسندیدہ ہے وہ دوسندیں یہ ہیں (۱) الاعمش عن ابی وائل عن عبداللہ (۲) سفیان عن منصور عن ابراہیم عن علقمہ عن عبداللہ ان میں سے پہلی سند میں عبداللہ بن مسعود سے نیچے دو واسطے ہیں اعمش اور ابو وائل جبکہ دوسری سند میں عبداللہ بن مسعود سے نیچے چار واسطے ہیں اور محدثین کے نزدیک سند میں جتنے واسطے کم ہوں وہ سند اتنی اعلی اور پسندیدہ ہوتی ہے اس لیے علی بن خشرم کہتے ہیں ہم نے جواب دیا کہ اعمش عن ابی وائل والی سند زیادہ پسند ہے یہ جواب سن کر استاذ المحدثین وکیع نے فرمایا بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم اعمش عن ابی وائل کی سند کو ترجیح دے رہے ہو حالانکہ اعمش صرف محدث ہے اور ابو وائل بھی صرف محدث ہے اور دوسری سند میں اگرچہ واسطے زیادہ ہیں لیکن وہ سب فقیہ ہیں **سفیان فقیه ومنصور فقيه وابراهيم فقيه وعلقمه فقيه وحديث يتداوله الفقهاء خير من ان يتداوله الشيوخ** سفیان فقیہ ہے منصور فقیہ ہے ابراہیم فقیہ ہے علقمہ فقیہ ہے اور وہ حدیث جس کو فقہاء لیتے ہیں وہ اس حدیث سے بہتر ہے جس کو شیوخ محدثین لیتے ہوں۔

(کتاب الکفایہ للخطیب ص ۴۳۶ : معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۱: الاعتبار للحازمی ص ۱۱)

نیز خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ امام وکیع نے فرمایا "**حديث الفقهاء احب الى من حديث المشائخ**" یعنی جس حدیث کو فقہاء نے (عمل کیلئے) ترجیح دی ہے میرے نزدیک اس حدیث سے زیادہ پسندیدہ ہے جو محدثین کے نزدیک سنداً اعلی ہے (کتاب الکفایہ ص ۴۳۶)

اسناد کی تحقیق کے باوجود عمل بالحدیث کے لیے خود محدثین نے بھی مجتہدین وفقہاء کے فیصلہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا ہے۔ چنانچہ ہر محدث ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی امام کا مقلد ہے جیسا کہ غیر مقلد علامہ نواب صدیق حسن خان نے اپنی کتاب "الحطہ فی ذکر صحاح ستہ" میں مندرجہ ذیل محدثین کی فقہی وتقلیدی نسبت کی صراحت کی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ شافعی ص 281، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ شافعی ص 228، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ شافعی ص 293، امام ابوداؤد حنبلی وقیل شافعی ص 288، شیخ جیلانی حنبلی ص 300، ابن تیمیہ حنبلی ص 168، ابن قیم حنبلی ص 168، محمد بن عبدالوہاب نجدی حنبلی ص 167، صاحب مشکوۃ شافعی ص 135، خطابی، نووی، بغوی شافعی ص 135، امام طحاوی حنفی ص 135، امام ابن عبدالبر

مالکی ص135، شیخ عبدالحق، خاندان ولی اللہی حنفی ص160 تا163، ابن بطال مالکی ص213، علامہ حلبی حنفی ص213 ،علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالدائم شافعی ص215، علامہ بدرالدین عینی حنفی ص216، علامہ زرکشی شافعی ص 217، قاضی محبّ الدین احمد حنبلی ص218، حافظ ابن رجب حنبلی ص219، علامہ بلقینی شافعی ص219، علامہ ابن مرزوقی مالکی ص220 ابوالبقاء محمد بن علی شافعی ص220، علامہ قسطلانی شافعی ص222، ابن عربی مالکی ص224۔

محدثین کا سند کے اعتبار سے کسی حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ، اجتہادی ہوتا ہے جس کی بنیاد رواۃ کے تاریخی حالات ہوتے ہیں اور مجتہدین کا عمل بالحدیث کے اعتبار سے حدیث کے ضعف یا صحت کا فیصلہ بھی اجتہادی ہوتا ہے لیکن اس کی بنیاد آثارِ صحابہؓ اور آثار تابعین رحمۃ اللہ علیہ تابعین رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ دیکھ لیجیے! کس کے فیصلے کی بنیاد مضبوط ہے لیکن عجیب بات ہے کہ غیر مقلدین حدیث کے صحت وضعف اور رواۃ کے ثقہ وضعیف ہونے کے متعلق محدثین کے اجتہادی فیصلہ کی تقلید کرتے ہیں مگر حدیث کی تشریح اور حدیث کے معمول بہ ہونے یا نہ ہونے میں فقہاء کے اجتہادی فیصلے کو قبول نہیں کرتے بلکہ قبول کرنے والوں کو ''مشرک'' کہتے ہیں اور قبول کرنے کو تقلیدی شرک کہتے ہے۔

خود محدثین کو اعتراف ہے کہ جس حدیث کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے ضروری نہیں کہ وہ نفس الامر میں بھی صحیح ہو اور جس حدیث کو انھوں نے غیر صحیح قرار دیا ہے ضروری نہیں کہ وہ نفس الامر میں اسی طرح ہو کیونکہ بعض دفعہ وہ حدیث نفس الامر میں صحیح اور سچی ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الصلاح لکھتے ہیں ''**ومتی قالوا ھذا حدیث صحیح فمعناه انه اتصل سنده مع سائر الاوصاف المذکورۃ ولیس من شرطه ان یکون مقطوعا به فی نفس الامر اذمنه ما ینفرد بروایته عدل واحد ولیس من الاخبار التی اجمعت الامة علی تلقیها بالقبول** (مقدمہ ابن صلاح ص8)

اور جب محدثین یہ کہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ مذکورہ تمام اوصاف کے ساتھ اس کی سند متصل ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نفس الامر میں بھی اس کا صحیح ہونا یقینی ہے اس لیے کہ بعض صحیح حدیثیں ایسی ہوتی ہیں کہ اس کی روایت میں ایک عادل آدمی منفرد ہوتا ہے اور وہ ان احادیث میں سے نہیں ہوتی جس کی تلقی بالقبول پر امت کا اجماع ہو۔

ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن حدیثوں کو صحیح و معمول بہا قرار دیا ہے وہ ان کے زمانے تک سند کے اعتبار سے بالکل صحیح تھیں ان کے زمانہ کے بعد اگر نیچے آکر ان میں سے بعض احادیث کی سندوں میں ضعف پیدا ہو گیا ہو تو اس بعد والے ضعف کی وجہ سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

اورحدیث کی صحت کا فیصلہ متاثر نہ ہوگا۔اور ہمارا اعتماد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فیصلہ پر ہے۔پس یہ بعد والا ضعف ہمارے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور نہ ہی ہمیں اس کا جواب دینے کی ضرورت ہے۔

امر سوم (اجتہادی مسئلہ میں غیر مجتہد کیلئے ماہر ترین مجتہد کی تقلید ضروری ہے)

غیر مجتہدین کے لیے اجتہادی مسئلہ میں اس مجتہد کی تقلید واجب ہے جو ان کے نزدیک باقی مجتہدین کے مقابلہ میں زیادہ ماہر ہے اور اس کے اجتہاد میں نسبتاً باقیوں کے درستی غالب ہے خواہ یہ اجتہادی مسئلہ حدیث کے ضعف وصحت کا ہو یا نماز، روزہ وغیرہ کا شرعی مسئلہ ہو یا احادیث کے معانی کی تشریح ہو اور غیر مجتہدین کو نہ مجتہدین کی تحقیق پر اعتراض کرنے کا حق ہے اور نہ ہی ان کو مجتہدین کے مقابلہ میں جاہلانہ اجتہاد کی اجازت ہے۔بغیر اہلیتِ اجتہاد کے دعویٰ اجتہاد کوئی پاگل ہی کرسکتا ہے نہ کہ عقل مند۔

امر چھارم: (اجتہادی مسائل شرعیہ کی قسمیں)

اجتہادی مسائل شرعیہ کی تین قسمیں ہیں:

وہ مسائل جو کتاب وسنت میں مذکور نہیں جیسے مکوڑا، مچھر، بھڑ وغیرہ کھانے میں گر جائے تو کیا حکم ہے؟ انتقال خون، اعضاء کی پیوند کاری، ٹیلی فون کے ذریعے نکاح، روزے میں انجکشن وغیرہ۔

وہ مسائل جن کے ادلہ متعارض ہیں، جیسے: ''رفع یدین، قرأۃ خلف الامام وغیرہ۔ ان مسائل میں اثبات ونفی کی حدیثیں موجود ہیں اور محدثین نے کتب حدیث میں دونوں قسم کے باب قائم کر کے دونوں طرح کی حدیثیں نقل کی ہیں۔

وہ مسائل جن کے ادلہ میں تعارض نہیں لیکن معنی کے اعتبار سے ان میں کئی احتمالات ہیں، مثلاً: ''قرآن کریم میں ہے: ''وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ'' قروء جمع ہے قرء کی ''قرء'' کا معنی لغت میں ''حیض'' بھی ہے اور ''طہر'' بھی۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ''طہر'' والا معنی مراد لیا ہے۔یعنی مطلقہ عورتیں تین طہر عدت گزاریں جبکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ''حیض'' والا معنی مراد لیا ہے۔یعنی مطلقہ عورتیں تین حیض عدت گزاریں غیر مجتہدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسائل اجتہادیہ کی تینوں قسموں میں اس مجتہد کے اجتہاد کی تقلید کریں جو ان کے نزدیک کتاب و سنت کا زیادہ ماہر ہے اور اس کے اجتہاد میں نسبتاً باقی مجتہدین کے درستی غالب ہے اس کے علاوہ ان کے لیے عمل کرنے کا کوئی دوسرا طریقہ عقلاً جائز ہے نہ شرعاً!

غیر مقلدین سے گفتگو کے آداب:

غیر مقلدین سے گفتگو کے لیے چند آداب ہیں:

چونکہ غیر مقلدین، امام اعظم ابو حنیفہ اور دیگر فقہاء کے بارے میں نہایت گستاخانہ اور مخاصمانہ انداز اختیار کرتے ہیں جس کے رد عمل میں غصہ آ جانا غیر فطری نہیں ہے لیکن غیر مقلدین بعد میں پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ ''ہم تو مسئلہ سمجھنا چاہتے ہیں اور سنی غصہ ہو جاتے ہیں، لڑنے لگ جاتے ہیں۔'' اس لیے سنی حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر ضبط پیدا کریں اور گفتگو کے دوران حلم اور وقار والی اپنی شان قائم رکھیں تا کہ آپ کے وقار میں فرق نہ آئے اور غیر مقلدین آپ کے خلاف غلط پروپیگنڈا نہ کر سکیں۔

گفتگو سے قبل رسالہ ہذا میں ہر مسئلہ کے اندر جو ان کا عمل وموقف لکھا گیا ہے ان کو اس کا پابند کیا جائے کہ مؤقف طے کیے بغیر بات کرنا تضیع اوقات اور بے فائدہ ہے اور اگر وہ اس کا انکار کریں تو ان سے عمل و مؤقف کے غلط ہونے پر تحریر لیں اور دستخط کرائیں پھر ان سے کہیں کہ اس کے غلط ہونے پر صحیح، صریح، مرفوع حدیث پیش کریں اور متبادل صحیح موقف اور اپنا عمل تحریر کریں جب تک یہ مرحلہ طے نہ ہو جائے، آگے بات نہ چلائیں۔ اگر وہ اس عمل و مؤقف کو غلط لکھیں نہ اس کے غلط ہونے پر حدیث پیش کریں تو پھر اس عمل و مؤقف کے صحیح ہونے پر صحیح، صریح، مرفوع، متصل حدیث پیش کریں۔

غیر مقلدین کی عادت ہے کہ وہ ایک بات پر قائم نہیں رہتے پہلے وہ ایک مسئلہ شروع کریں گے جب وہ اس کے کسی مرحلہ میں پھنس جائیں گے تو اس کو چھوڑ کر دوسرا مسئلہ شروع کر دیں گے لیکن آپ اس کو دوسرے مسئلہ کی طرف ہرگز نہ جانے دیں جب تک پہلا مسئلہ طے نہ ہو جائے اس وقت تک دوسرا مسئلہ ہرگز شروع نہ کریں اور اگر وہ شروع کر ہی دیں تو آپ ان کے پیچھے نہ چلیں بلکہ ان کو اسی پہلے مسئلہ کی طرف کھینچ کر لے آئیں۔

بے علم یا کم علم آدمی دلائل پیش کرنے کے بجائے شور مچا کر آواز اونچی کر کے تیز تیز بول کر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے اور اکثر غیر متعلق باتیں کرتا ہے۔ یہی عادت غیر مقلدین کی ہے اس لیے غیر مقلد جتنا شور مچائے آپ حلم و وقار کے ساتھ سنتے رہیں۔ جب وہ خاموش ہو تو زیر بحث موضوع پر آپ بات کریں اور وقت ضائع کرنے پر اس کو تنبیہ کریں اور اس کی غیر متعلقہ باتوں کے جواب کے درپے نہ ہوں اور اگر خاموش نہ ہو تو اس کے ساتھ وقت طے کر لیں کہ فریقین میں سے ہر ایک پانچ، پانچ منٹ بات کرے گا اس ترتیب سے زیر غور مسئلہ پر

بحث کو مکمل کریں۔

دانشمندوں کا قول ہے عالم کو قائل کرو دلیل سے اور جاہل کو قائل کرو سوال سے۔ دراصل عالم میں علم وشعور اور ذہنی وسعت ہوتی ہے وہ دلائل کو سُنے گا غور کرے گا تو مان جائے گا، بشرطیکہ مخلص ہو۔ جبکہ جاہل آدمی شعور وآگہی سے خالی ہوتا ہے اس میں دلائل کو سمجھنے اور سمجھ کر سوچنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس پر سوال کیا جائے تاکہ وہ اپنے آپ کو عاجز پا کر بات مان لے۔ چونکہ آج کل اکثر غیر مقلدین جاہل ہیں لیکن چند اردو رسالے پڑھ کر انھوں نے عالم ہونے کا روپ دھارا ہوا ہے جو چند غیر مقلدین کچھ علم پڑھے ہوئے ہیں وہ بوجہ ضد وتعصب جاہلوں کی رَوِش اختیار کر چکے ہیں اس لیے اب غیر مقلد عالم ہو یا غیر عالم سب کو قائل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سوالات کا طریقہ کار اختیار کیا جائے اور سوالات وہ کیے جائیں جو کتاب وسنت میں صراحتاً مذکور نہ ہوں مگر پیش آتے رہتے ہوں۔ احقر کے رسالے ''خدا کے واسطے مجھے اہل حدیث بنالو'' اور اشتہار ''میں اہل حدیث کیوں نہیں ہوا'' میں لاجواب سوالات ہیں اور حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین کے مجموعہ ''تجلیات صفدر'' میں سینکڑوں سوالات موجود ہیں غیر مقلدین کے ڈھول کا پول کھولنے کے لیے یہ بہترین طریقہ ہے۔

اگر کوئی آدمی خالی الذہن ہو یا متردد ہو تو اس کو اپنا موقف خوب دلائل اور وضاحت کے ساتھ سمجھائیں اور غیر مقلدین کے دھوکے بھی بتلائیں، غیر مقلدین کا عمل وموقف اس کو سمجھائیں اور تحریر بھی کر دیں مزید اس کو یہ بھی بتا دیں کہ اگر غیر مقلد کے ساتھ اس کی بات ہو تو وہ اس مؤقف پر ان سے حدیث تحریر کرائے اور اگر کوئی پکا غیر مقلد مسئلہ سمجھنا چاہے تو اس کی مثال جلی روٹی کی طرح ہے اس کا ٹھیک ہونا مشکل ہے کہ اس کے دل میں علماء اور اہل اللہ کی تحقیر اور گستاخی آچکی ہے اس لیے اس کے ساتھ بحث کرنے اور اس کو زبانی سمجھانے سے زیادہ مؤثر طریقہ یہ ہے کہ اس کو اپنی ایک مضبوط دلیل تحریر کر دیں اور ان کا مؤقف وعمل لکھ کر اس پر ان سے صحیح، صریح اور مرفوع حدیث کا مطالبہ کریں اور ساتھ نوٹ لکھ دیں۔

نوٹ: غیر مقلدین اہل السنّت والجماعت کی دلیل کا ضعف اور اپنی حدیث کی صحت امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کریں گے کیونکہ ان کے نزدیک امتیوں کی تقلید شرک ہے لہذا وہ امتیوں کے اقوال کی تقلید کر کے مشرک ہونے سے بچیں گے۔

غیر مقلدین کو گفتگو کے دوران اپنے مذکورہ بالا تین اصولوں کا پابند کیا جائے اور

جہاں وہ کسی امتی کا قول پیش کریں یا قیاس ورائے چلائیں تو ان کو منع کر دیں کہ وہ اپنے اصول کے مطابق اس شرک وشیطنت سے باز رہیں۔ان کو اپنے اصولوں سے ہرگز منحرف نہ ہونے دیا جائے۔یعنی گفتگو میں صرف قرآن وحدیث پڑھتا جائے اور ترجمہ کرتا جائے نہ امتی کا قول پیش کرے نہ رائے اور نہ ہی اپنی رائے قرآن وحدیث میں شامل کرے۔غیر مقلدین کی عادت ہے کہ وہ اپنی رائے کو بھی قرآن وحدیث کا عنوان دیتے ہیں ایسی صورت میں آپ ان کی رائے کاغذ پر لکھ کر ان سے مطالبہ کریں کہ وہ ایسی صریح آیت یا صحیح، صریح اور مرفوع حدیث پیش کریں جس کا ترجمہ وہی ہو جو انہوں نے کیا اور وہ کاغذ پر لکھا ہوا ہے،اس میں بھی تمہاری اپنی یا کسی دوسرے امتی کی رائے شامل نہ ہو۔

مثال نمبر1:

میں نے ایک غیر مقلد مولوی صاحب کو کہا کہ ’’آپ حدیث کی تعریف کریں۔‘‘ اس نے تعریف یوں کی کہ ’’حدیث نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر (یعنی کسی دوسرے آدمی کے کام پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاموش رہنا) کو کہتے ہیں۔‘‘ میں نے ان سے کہا: ’’آپ قرآن کی کوئی آیت یا حدیث پڑھیں جس کا ترجمہ یہی ہو۔‘‘ وہ کہنے لگے: ’’ایسی کوئی آیت یا حدیث نہیں!‘‘ میں نے پوچھا: ’’آپ نے تعریف کیسے کی؟‘‘ وہ کہنے لگے: ’’محدثین نے یہی تعریف کی ہے۔‘‘ میں نے کہا: ’’تعریف میں آپ نے محدثین کی تقلید کی ہے لہذا اب آپ وہ حدیث پڑھیں جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ فقہاء ومجتہدین کی تقلید شرک ہے، محدثین کی تقلید شرک نہیں!‘‘ وہ کہنے لگا: ایسی کوئی حدیث نہیں۔‘‘ میں نے کہا: ’’اگر ایسی کوئی حدیث نہیں تو آپ نے یقیناً اس تعریف میں محدثین کی تقلید کی ہے اور چونکہ تقلید تمہارے نزدیک شرک ہے اس لیے آپ کو اس شرک سے توبہ بھی کرنی چاہیے اور تجدید نکاح بھی کر لینا چاہئے۔‘‘

مثال نمبر2:

ایک غیر مقلد مناظر سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ سنت کی تعریف کریں!!! وہ صاحب کہنے لگے: ’’سنت اور حدیث ایک چیز ہے۔‘‘ میں نے یہ الفاظ کاغذ پر لکھ لیے اور مناظر صاحب سے کہا کہ ’’آپ قرآن کی کوئی ایک آیت یا حدیث پڑھیں جس میں صراحت ہو کہ سنت اور حدیث ایک چیز ہے۔‘‘ وہ کہنے لگا: ’’یہ بات قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے۔‘‘ میں نے کہا: ’’پھر تو یہ امتی کی رائے ہوئی اور تمہارے اصول کے مطابق دینی امور میں رائے کو شامل

کرنا شیطان کا کام ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر سنت اور حدیث ایک چیز ہے تو تم سینکڑوں سنتوں کے تارک ہو، حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے پر بالغ آدمی کو اپنا دودھ پلایا (صحیح مسلم ج1،ص 469) غیر مقلد مرد و زن سب اس دودھ پینے پلانے کی سنت سے محروم ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا (صحیح بخاری ص 35) لیکن غیر مقلد مرد و زن اس سنت کے تارک ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کے بعد اپنی بیوی کے بوسے لیے پھر آ کر نماز پڑھائی (ترمذی ص 25) مگر غیر مقلد ائمہ اور ان کے مقتدی حضرات اس سنت سے غافل ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نواسی ''امامہ'' کو کندھوں پر اٹھا کر نماز پڑھی۔ (صحیح بخاری ص 74) غیر مقلدین اپنی بچیوں کو مسجد میں لاتے ہیں نہ ان کو کندھوں پر اٹھا کر نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ آپ لوگوں کو اپنی مردہ سنتوں کو زندہ کرنے کی توفیق دے۔'' وہ بوکھلا کر اور جھلا کر کہنے لگا: ''سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کو کہتے ہیں۔'' میں نے کہا: ''آپ کوئی آیت پڑھیں یا حدیث سنائیں جس کا ترجمہ یہ ہو کہ سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کو کہتے ہیں۔'' وہ کہنے لگا: ''ایسی آیت یا حدیث تو نہیں ہے۔'' میں نے کہا: ''پھر تو یہ امتی کی رائے ہے، جو تمہارے ہاں معتبر نہیں! نیز مذکورہ بالا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو چار طریقے مذکور ہوئے ہیں، سب غیر مقلدین ان کے تارک ہیں۔'' وہ پریشان ہو کر کہنے لگا: ''سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس طریقہ کو کہتے ہیں جو آپ کے ساتھ خاص نہ ہو۔'' میں نے کہا کہ ''آپ کوئی آیت یا حدیث پڑھیں جس کا ترجمہ یہی بنتا ہو۔ نیز مذکورہ بالا چار طریقوں سے متعلق چار حدیثیں سنائیں جن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان طریقوں کو اپنی خصوصیت فرمایا ہو۔ ورنہ آپ کو اپنی اور دوسرے امتیوں کی یہ رائے چھوڑ دینی چاہیے۔'' وہ کہنے لگا: ''سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس طریقہ کو کہتے ہیں جس کو آپ نے خود کیا ہو اور امت کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہو۔'' میں نے کہا کہ ''آپ وہ آیت یا حدیث سنائیں جس میں سنت کی یہی تعریف کی گئی ہے اور اس کا ترجمہ یہی ہو۔ نیز آپ وہ حدیث سنائیں جس میں رکوع سے پہلے رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنے کا حکم ہو اور آپ نے نماز میں سر ننگا کرنے، فرضوں کی چھ رکعتوں میں آمین اونچی کہنے کا اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ کہنے کا، سینے پر ہاتھ باندھنے کا، ٹانگیں چوڑی کرنے کا حکم دیا ہو۔'' وہ عاجز آ کر کہنے لگا: ''میں تحقیق کروں گا۔'' میں نے کہا: ''تحقیق کروں گا کا مطلب

یہ ہے کہ اب تک آپ تقلید کرتے رہے اور چونکہ تقلید تمہارے نزدیک شرک ہے اس لیے آپ تحقیق بعد میں کریں پہلے اس شرک سے توبہ کرکے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کریں۔'' وہ کہنے لگا: ''آپ سنت کی تعریف کریں میں نے کہا: ''سنت اس جاری طریقہ کو کہتے ہیں جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا خلفاء راشدین کی طرف سے جاری کیا گیا ہو۔'' وہ کہنے لگا: ''آپ اس پر کوئی آیت یا حدیث پڑھیں جس میں یہ تعریف ہو۔'' میں نے کہا: ''تعریفات قرآن و حدیث میں نہیں ہوتیں یہ ماہرین فن کرتے ہیں سنت کی یہ تعریف فقہاء نے کی ہے جو ماہرین شریعت ہیں اور ہم نے اس کو تسلیم کیا ہے۔''

مثال نمبر 3:

ہمارے بعض نوجوانوں نے غیر مقلد علماء سے کہا کہ آپ کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** اسی ترتیب کے ساتھ اکٹھا قرآن میں دکھا دیں یا صحاح ستہ کی صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث میں دکھا دیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو یہ کلمہ سکھایا ہو اور امت کو اس کے پڑھنے کا حکم دیا ہو یا آپ حضرات اعلان کریں اور لکھ کر دیں کہ یہ کلمہ غلط ہے۔'' ایک علامہ صاحب فرمانے لگے: ''دراصل یہ کلمہ طیبہ جھنڈے پر لکھنے کے لیے ہے اور اشھد والا کلمہ پڑھنے کے لیے ہے۔'' ہمارے ایک سنی نوجوان نے غیر مقلد علامہ صاحب کی یہ بات کاغذ پر لکھی اور مطالبہ کیا کہ آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سنائیں جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہو اور اگر حدیث نہیں تو یہ تمہاری اپنی رائے ہے اور جب تم وحی کے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے کو نہیں مانتے تو ہم تمہاری رائے کیسے تسلیم کریں؟؟؟

مثال نمبر4:

اتحاد اہل السنّت والجماعت کا ایک نواجون غیر مقلد شیخ الحدیث کے پاس گیا اور پوچھا کہ ''حضرت! رفع یدین کی کوئی صحیح حدیث ہے؟'' شیخ الحدیث صاحب نے کہا: ''بے شمار ہیں۔'' نوجوان نے کہا: ''جناب! مجھے ایک حدیث لکھ کر دے دیں۔'' شیخ الحدیث صاحب نے کاغذ لیا اور حضرت ابن عمرؓ والی رفع یدین کی حدیث لکھ کر دے دی۔ نوجوان نے کہا: ''جی! وہ ترک رفع یدین والی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث بھی تو موجود ہے؟'' شیخ الحدیث صاحب نے کرخت اور سخت آواز میں دانت پیستے ہوئے کہا: ''وہ ضعیف ہے ضعیف!'' نوجوان نے سوال کیا: ''جناب! حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کو صحیح اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو ضعیف اللہ نے کہا یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے؟ اگر اللہ نے فرمایا ہے، تو فرمان خدا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے تو فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنائیں؟ جس میں ان دونوں حدیثوں کے صحیح وضعیف ہونے کا فیصلہ ہے۔'' تو شیخ الحدیث

صاحب کہنے لگے: ”حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں فرماتے بلکہ اس کا فیصلہ محدثین کرتے ہیں۔ محدثین جس حدیث کو صحیح لکھ دیں ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور جس کو وہ ضعیف لکھ دیں ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔“ نوجوان نے کہا: ”شیخ الحدیث صاحب! آپ کے نزدیک تو وحی کے بغیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے بھی حجت نہیں تو اب امتیوں کی رائے کو حجت مان رہے ہو؟؟ نیز حدیث کو لینے اور چھوڑنے میں تم محدثین کی تقلید کر رہے ہو حالانکہ تقلید آپ کے نزدیک شرک ہے۔ لہذا آپ محدثین کی رائے کو حجت ماننے اور ان کی تقلید کرنے کی وجہ سے اہل حدیث نہ رہے بلکہ اہل رائے اور اہل شرک بن گئے۔“

مثال نمبر5:

اتحاد اہل السنّت والجماعت کے ایک اور نوجوان نے ایک غیر مقلد مفتی سے پوچھا: ”جناب! یہ فرمایئے رفع یدین کے بغیر نماز ہو جاتی ہے؟ مفتی صاحب فرمانے لگے: ”رفع یدین کے بغیر نماز باطل ہے۔“ نوجوان نے کہا کہ ”اگر رفع یدین کے بغیر نماز باطل ہے تو پھر سب غیر مقلدین کی نماز باطل ہے۔“ مفتی صاحب نے کہا: ”وہ کیسے؟ نوجوان نے کہا: ”وہ ایسے کہ غیر مقلدین کے مایہ ناز علامہ ناصر الدین البانی نے اپنی کتاب ”صفت الصلوۃ“ کے ص 121، ص 135 اور ص 136 پر لکھا ہے کہ سجدہ سے پہلے اور سجدہ کے بعد بھی رفع یدین ہے اور ص 121 کے حاشیہ میں ناصر الدین البانی صاحب نے لکھا کہ دس صحابہ کرامؓ سے رفع یدین عند السجود کی روایات ہیں اور چار رکعتوں میں آٹھ سجدے آتے ہیں اور ہر سجدہ سے پہلے اور بعد رفع یدین ہے تو آٹھ سجدوں کے رفع یدین سولہ بنتے ہیں۔ غیر مقلدین ان سولہ رفع یدین کے تارک ہیں اس لیے ان کی نماز باطل ہے۔“ غیر مقلد مفتی صاحب کہنے لگے: ”حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجود میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“ نوجوان نے کہا: ”مفتی صاحب! مسئلہ تو بڑا الجھ گیا کیونکہ رفع یدین عند السجود کے بارے میں حدیثوں میں تضاد ہے ناصر الدین البانی کی تحقیق کے مطابق دس صحابہ کرامؓ سجدوں کی رفع یدین کا اثبات کرتے ہیں جبکہ بقول آپ کے حضرت ابن عمرؓ نفی کرتے ہیں اس کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ بتائیں، کیا ہے؟ مفتی صاحب نے فرمایا: ”اصل بات یہ ہے کہ سجدوں میں پہلے رفع یدین ہوتا تھا پھر منسوخ ہو گیا۔“ نوجوان نے مفتی صاحب کی یہ بات کاغذ پر لکھ لی پھر سوال کیا کہ ”جناب مفتی صاحب! یہ فیصلہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے یا آپ کا؟ یا کسی دوسرے امتی کا؟ اگر نبی علیہ السلام کا فیصلہ ہے تو وہ حدیث سناؤ! جس میں یہ فیصلۂ نبوت مذکور ہے اور اگر آپ کی اپنی رائے ہے تو آپ دینی مسئلہ میں رائے شامل کرنے کی وجہ سے شیطان بن گئے اور اگر کسی دوسرے امتی کی رائے ہے اور آپ اس کی تقلید کر رہے ہیں، جو صحیح نہیں۔ اس لیے کہ آپ

کے ہاں انبیاء علیہم السلام کی رائے بغیر وحی کے معتبر نہیں۔تو تمہاری رائے کا کیا اعتبار؟؟
آپ نے ان مثالوں سے اندازہ لگالیا ہوگا کہ غیر مقلدین عمل کرتے ہیں اپنی رائے پر لیکن منافقین کی طرح دھوکہ دینے کے لیے نام لیتے ہیں قرآن وحدیث کا۔

حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کرتے تھے: ''غیر مقلدین اتنے خدا سے نہیں ڈرتے جتنے ٹیپ ریکارڈر سے ڈرتے ہیں اس لیے جب کوئی اہم گفتگو ہو تو ٹیپ ریکارڈر لگالیا کریں تاکہ غیر مقلدین ٹیپ کے ڈر سے جھوٹ، بدزبانی اور کہہ کرمکرنے کی عادت سے بچنے کی کوشش کریں۔

............☆☆☆☆............

دو هاتھ سے مصافحہ

مصافحہ ایک ہاتھ سے سنت ہے یا دو ہاتھ سے؟

دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری ج2 ص926 پر اس مسئلہ کے لیے دو باب قائم کیے ہیں (۱)باب المصافحۃ (۲)باب الاخذ بالیدین۔

باب المصافحۃ

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صرف یہ بتایا ہے کہ مصافحہ سنت ہے اس لیے امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ چار دلیلیں پیش فرمائی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: ''عَلَّمَنِی النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَلتَّشَھُّدَ وَکَفِّیْ بَیْنَ کَفَّیْہِ ۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تشہد اس حالت میں سکھایا کہ میرا ہاتھ آپ کے دو ہاتھوں کے درمیان تھا (یعنی بحالت مصافحہ)

حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَامَ اِلَیَّ طَلْحَۃُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰہِ یُھَرْوِلُ حَتّٰی صَافَحَنِیْ وَھَنَّأَنِیْ کہ میں مسجد نبوی میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی۔

حضرت قتادہؓ نے حضرت انسؓ سے پوچھا: ''اَکَانَتِ الْمُصَافَحَۃُ فِیْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ نَعَمْ کیا اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مصافحہ کا رواج تھا؟ حضرت انسؓ نے جواب دیا: ''جی ہاں!''

عبداللہ بن ہشامؓ کہتے ہیں' 'کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَھُوَ آخِذٌ بِیَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ''ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا (یعنی یہ ہاتھ پکڑنا بطور مصافحہ کے تھا)۔

پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مصافحہ سنت ہے۔

باب الاخذ بالیدین

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مصافحہ کا طریقہ بتایا ہے کہ مصافحہ دو ہاتھوں کے ساتھ ہے۔اس کیفیت کے ساتھ کہ ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے بھی جائیں نہ یہ کہ صرف ہاتھ ملا دیے جائیں کیونکہ مصافحہ کے وقت ہاتھوں کے پکڑنے میں اظہار محبت ہے بلکہ جس قدر

محبت اور بے تکلفی زیادہ ہوتی ہے مصافحہ میں اتنے ایک دوسرے کے ہاتھ زیادہ دبائے جاتے ہیں۔اس کے لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بطور ثبوت کے تبع تابعین کے عمل کو پیش کیا ہے۔فرمایا: ''وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ اِبْنَ الْمُبَارَكِ بِيَدَيْه۔یعنی حماد بن زید نے عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ساتھ دو ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔'' نیز عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشہد اس حالت میں سکھایا کہ میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو ہاتھوں کے درمیان تھا۔ پہلے اسی حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مصافحہ ثابت کیا اور اب اسی حدیث سے دو ہاتھوں کے ساتھ پکڑنا ثابت کر رہے ہیں۔سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مقصد یہ ہے کہ مصافحہ دو ہاتھوں کے ساتھ اس طور پر کیا جائے کہ ہاتھوں کو پکڑا جائے نہ یہ کہ ایک آدمی اپنے ہاتھ دوسرے آدمی کے ہاتھ پر رکھ دے اور صرف ملا دے بلکہ ایک دوسرے کے ہاتھوں کو پکڑ لیں کہ اس میں اظہار محبت ہے۔

اس کے ساتھ مشکوۃ کی اس حدیث کی وضاحت ہوگئی ''عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلرَّجُلُ مِنَّا يَلْقٰى اَخَاهُ اَوْ صَدِيْقَهٗ فَيَاْخُذُ بِيَدِهٖ وَيُصَافِحُهٗ قَالَ نَعَمْ' (مشکوۃ ص ۴۰۱ ج ۲) حضرت انسؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ہم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی یا اپنی دوست کو ملتا ہے پس اس کے ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ۔

امام بخاری نے باب الاخذ بالیدین کے عنوان سے وضاحت کر دی کہ مذکورہ بالا حدیث انسؓ کی ید کے جنسی معنی کے اعتبار سے مراد یہ ہے فیاخذ بیدیہ (اس کے دونوں ہاتھ پکڑے) اس کی مزید وضاحت آگے آرہی ہے۔

صحیح بخاری کے ان دو ابواب میں درج احادیث وآثار سے ثابت ہوا کہ مصافحہ دو ہاتھ سے ہے۔ دراصل جیسے ہندو سماج سے متأثر ہو کر ہمارے بعض مسلمانوں نے ہندوانی رسموں کو اختیار کر رکھا ہے اور ان کو ''سنت'' کا نام دیتے ہیں اسی طرح وہ لوگ جو اپنی محسن گورنمنٹ برطانیہ کے زیر احسان آگئے اور اپنی مادر مہربان ملکہ وکٹوریہ کے دودھ پر پلے ،انہوں نے بھی اپنے آقا انگریزوں کی بعض عادات اختیار کر لیں۔مثلاً: ننگے سر پھرنا ،سر ننگا کر کے جوتی پہن کر عبادت کرنا اور انتہاء یہ کہ ان لوگوں نے انگریزی طریقہ کو سنت اور سنت نبویہ کو بدعت کہنا شروع کر دیا ہے۔

دھوکہ نمبر 1: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک ہاتھ ہے؟

جواب نمبر 1: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو ہاتھ تھے ہمیں سنت نبویہ اختیار کرنی چاہیے۔

جواب نمبر 2: جب دو ہاتھوں سے مصافحہ کیا جائے تو درمیان میں ایک ہاتھ آتا ہے دوسرا باہر کی جانب رہتا ہے اس لیے دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے والا کہہ سکتا ہے میرا ہاتھ اس کے دو ہاتھوں کے درمیان تھا، یہی کچھ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابن مسعودؓ کا ایک ہاتھ تھا؟۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو ہاتھ ہوں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک ہاتھ؟ کیونکہ بڑے چھوٹے کے حوالے سے بھی اس صورت کو دیکھا جائے تو بڑی بے ادبی اور گستاخی ہے کہ بڑا آدمی دو ہاتھ سے مصافحہ کرے اور چھوٹا ایک ہاتھ سے اور یہاں تو امتی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ ہے!

جواب نمبر 3: حضرت ابن مسعودؓ اپنے ایک ہاتھ کا جو ذکر فرما رہے ہیں تو اس وجہ سے نہیں کہ انہوں نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا تھا بلکہ اس وجہ سے کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کرتے وقت آپ کا جو ہاتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو ہاتھوں کے درمیان آیا تھا آپ بطور اظہار مسرت کے اپنے اس ہاتھ کی خصوصیت بتا رہے ہیں کہ میرا یہ ہاتھ اتنا خوش نصیب ہے جو سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو ہاتھوں کے درمیان آیا ہے۔

دھوکہ نمبر 2: مصافحہ کا معنی ہے ایک ہتھیلی کا دوسری ہتھیلی کے ساتھ ملنا۔ پس لفظ مصافحہ کا تقاضا یہ ہے کہ مصافحہ ایک ہاتھ کے ساتھ ہو!

جواب: جب دو ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کیا جائے تب بھی آپس میں دو ہی ہتھیلیاں ملتی ہیں نہ کہ چار۔

دھوکہ نمبر 3: بعض حدیثوں میں ''ید'' کا لفظ آیا ہے اور ''ید'' واحد ہے مطلب یہ کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا۔

جواب: قرآن وحدیث کے سمجھنے کے لیے جہاں بہت سے علوم میں مہارت ضروری ہے وہاں عرب کے قدیم محاورات اور عربی الفاظ کے استعمالات پر بھی پورا پورا عبور ضروری ہے۔ ہر زبان میں واحد کا صیغہ دو طرح استعمال ہوتا ہے۔

1: بطور مفرد یعنی اس سے ایک فرد مراد ہوتا ہے۔

2: بطور جنس اس وقت صیغہ واحد کا ہوتا ہے لیکن اس سے متعدد افراد مراد ہوتے ہیں جیسے ہم کہا کرتے ہیں مجھے انگور دے دو۔ مجھے فالسہ دے دو۔ اس کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ مجھے ایک انگور اور ایک فالسہ دے دو۔ میں نے تجھے اپنی آنکھ سے کھڑا دیکھا ہے۔ میں نے اپنے کان

سے تیری بات سنی ہے۔ یہاں مفرد صیغہ جنس کے معنی میں استعمال ہوا ہے جس سے دونوں آنکھیں اور دونوں کان مراد ہیں۔ اسی طرح عربی میں بھی واحد کا صیغہ بطور جنس استعمال ہوتا ہے جیسے ایک دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْراً وَاجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْراً ۔(مستدرک حاکم ص ۶۱۷ ج ۳) اے اللہ! میری آنکھوں میں نور پیدا فرما اور میرے کانوں میں نور پیدا فرما۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ (صحیح بخاری ص ۶ ج ۱)۔ مسلمان وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہیں۔ مَنْ رَاٰی مِنکُمْ مُنکراً فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ۔ (صحیح مسلم ص ۵۱ ج ۱) جو تم میں سے برائی کو دیکھے پس وہ اس کو اپنے ہاتھ سے مٹائے۔'' یہاں صیغے واحد کے ہیں لیکن قطعاً یہ مطلب نہیں کہ میری صرف ایک آنکھ اور صرف ایک کان میں نور پیدا فرما، مسلمان اس کے صرف ایک ہاتھ سے محفوظ رہیں، اپنے ایک ہاتھ سے برائی کو مٹائے۔ بلکہ واحد سے جنس والا معنیٰ مراد ہے۔ اسی طرح غیر مقلدین جن حدیثوں سے ایک ہاتھ کا مصافحہ ثابت کرتے ہیں وہاں ''ید'' سے جنس والا معنی مراد ہے۔ حدیث پاک میں ہے'' مصافحہ کرنے سے گناہ جھڑتے ہیں'' (شعب الایمان ص ۴۷۱ ج ۶) کیا صرف ایک ہاتھ کے گناہ جھاڑنے کی ضرورت ہے دوسرے ہاتھ کے گناہ جھاڑنے کی ضرورت نہیں؟

صحیح بخاری کا انکار اور امام بخاریؒ پر اعتراض :

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث بالا پر صحیح بخاری ج 2 ص 926 میں ''باب المصافحہ'' قائم کر کے اس سے مصافحہ کا سنت ہونا ثابت کیا ہے لیکن غیر مقلد حکیم محمد اسرائیل سلفی و دیگر غیر مقلدین صحیح بخاری کے اس باب کے منکر ہیں۔ حکیم صاحب اپنے رسالہ ''التحفۃ الحسنی کے ص 39 پر لکھتے ہیں: ''اس حدیث کا مصافحہ سے ذرا بھی تعلق نہیں۔'' پنجابی میں کہاوت ہے آکھاں دھی نوں، سُناواں نُہہ نوں۔ حکیم صاحب نے روئے سخن حنفیوں کی طرف رکھ کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو سا ہے اور کھری کھری سنائی ہیں، لکھتے ہیں:

'' سخت تعجب ہے ان مقلدین احناف پر کہ جو احادیث صحیحہ سے مصافحہ ثابت ہوتا ہے اس کے انکاری ہیں اور جو حدیث سے ثابت نہیں ہوتا اسے ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کرتے ہیں اور بخاری شریف کی دُہائی دے کر جاہل عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں مگر ان کو معلوم رہے کہ یہ حدیث دانی اور حدیث فہمی نہیں بلکہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مذاق ہے۔'' (التحفۃ الحسنی ص 38)

اہل حدیث یا شیعہ ؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خیر القرون کے دو عظیم محدث ''حماد بن زیدؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ'' کے دو ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کے عمل کو دلیل کے طور پر پیش کیا تو حکیم صاحب جو اس کا جواب دیتے ہیں وہ سینہ پر ہاتھ رکھ کر، دل تھام کر، صحابہ کرامؓ کے ساتھ عظمت و محبت کے جذبات کو قابو میں رکھ کر سنیے! لکھتے ہیں: ''جب صحابی کا قول ہی حجت نہیں تو تابعین اور تبع تابعین وغیرہ کے اقوال کیونکر حجت ہو سکتے ہیں؟''

دو تبع تابعین کے عمل سے استدلال اس بات کا ثبوت ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کرامؓ، تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال و افعال اور ان کی آراء کو مانتے ہیں جبکہ غیر مقلدین ان کے منکر ہیں بلکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے کو بھی حجت نہیں مانتے لہذا غیر مقلدین کا صحیح بخاری سے تعلق ہے نہ امام بخاری سے۔ ان کا راستہ ہی امام بخاری سے جدا ہے۔

غیر مقلدین سے تین سوال :

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث ابن مسعودؓ سے مصافحہ ثابت ہے غیر مقلدین کہتے ہیں اس سے مصافحہ ثابت نہیں ہوتا ان میں سے کون صحیح اور کون غلط ہے؟

حماد بن زید اور عبداللہ بن مبارک رحمہما اللہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کرنے سے بدعتی ہوئے ہیں یا نہیں؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں تبع تابعین کے فعلی اثر کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ کیا امام بخاری ان دو امتیوں کے فعلی اثر کی تقلید کر کے مشرک ہوئے ہیں یا نہیں؟ اور جب تک صحیح بخاری میں یہ اثر اور اس جیسے دوسرے آثار صحابہؓ وغیرہ موجود ہیں ان کی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو شرک کا گناہ ہو رہا ہے یا نہیں؟ جب صحیح بخاری میں ایسا شرک موجود ہے تو صحیح بخاری لکھ کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نیکی کا کام کیا ہے یا گناہ کا؟

اگر غیر مقلدین حدیث صحیح، صریح، مرفوع اور متصل پیش کر دیں جس میں صراحت ہو کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصافحہ کے وقت بائیں ہاتھ کو دور رکھنے کا حکم دیا ہو یا صراحت ہو کہ آپ نے دائیں ہاتھ سے مصافحہ کیا اور بائیں ہاتھ کو دور رکھا ساتھ نہ لگایا یا اسی صراحت کے ساتھ کسی صحابی یا تابعی کا اثر دکھا دیں اور اس کی صحت بھی امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے!!!!

............☆............

سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا

ننگے سر نماز پڑھنا کیسا ہے؟
ننگے سر نماز کی چند صورتیں ہیں:
مجبوری کی حالت میں بلا کراہت جائز ہے۔
سستی کی وجہ سے کسی وقت ننگے سر نماز پڑھی جائے تو مکروہ تنزیہی ہے جس کی وجہ سے ثواب کم ہو جائے گا۔
ننگے سر نماز کو سنت سمجھے بغیر عادت بنالی جائے تو مکروہ تحریمی ہے۔
ننگے سر نماز کو سنت سمجھ کر اختیار کرنا بدعت ہے۔
ننگے سر نماز کو افضل و سنت سمجھنا اور نماز میں سر ڈھانپنے کو حقیر جاننا کفر ہے۔ ملاحظہ کیجیے
(فتاوی عالمگیری ج1 ص106، درمختار ج2 ص491، ردالمختار ج2 ص491، فتاوی قاضی خان ج1 ص118)

قرآن کریم میں حکم ہے: ''خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔'' (الاعراف پ ۸ آیۃ ۳۱) نماز کے وقت اپنا خوب صورت لباس اختیار کرو!'' چونکہ عمامہ اور ٹوپی بھی لباس میں شامل ہے لہذا اس آیت کے بموجب نماز میں عمامہ یا ٹوپی پہننا چاہیے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک باب ہے ''بَابُ مَنْ کَانَ یَسْجُدُ عَلٰی کَوْرِ الْعِمَامَۃِ وَلَا یَرٰی بِہٖ بَأْساً۔'' ان لوگوں کے دلائل کا بیان جن کے نزدیک پگڑی کے بل پر سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس باب میں آٹھ حدیثیں درج ہیں دوسرا باب ہے۔ بَابُ مَنْ کَرِہَ السُّجُوْدَ عَلٰی کَوْرِ الْعِمَامَۃِ ان لوگوں کے دلائل کا بیان جن کے نزدیک پگڑی کے بل پر سجدہ مکروہ ہے اس باب میں بارہ احادیث ہیں صرف ان دو بابوں کی بیس حدیثوں کو ہی دیکھ لیں تو ان سے ثابت ہوتا ہے کہ سنت طریقہ سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا ہے۔

وَکَانَ ﷺ یَاْمُرُ بِسَتْرِ الرَّاْسِ فِی الصَّلٰوۃِ بِالْعِمَامَۃِ اَوِ الْقَلَنْسُوَۃِ وَیَنْھٰی عَنْ کَشْفِ الرَّاْسِ فِی الصَّلٰوۃِ وَیَقُوْلُ اِذَا اَتَیْتُمُ الْمَسَاجِدَ فَاْتُوْھَا مُعَصِّبِیْنَ وَالْعِصَابَۃُ ھِیَ الْعِمَامَۃُ (کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ ص۱۲۲ ج۱)

نبی پاک ﷺ نماز میں پگڑی یا ٹوپی کے ساتھ سر کو ڈھانپنے کا حکم فرماتے اور نماز میں سر کھلا رکھنے سے روکتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب تم مساجد میں آؤ تو پگڑی باندھ کر آیا کرو اور عصابہ سے

مراد پگڑی ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ کَانَ عَلٰی مُوْسٰی یَوْمَ کَلَّمَہٗ رَبُّہٗ ...... کُمَّۃُ صُوْفٍ ...... اَلْکُمَّۃُ اَلْقَلَنْسُوَۃُ الصَّغِیْرَۃُ ۔(سنن ترمذی ص۲۰۴ ج۱)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس دن رب تعالی نے موسی علیہ السلام سے کلام کی اس دن موسی علیہ السلام کے سر پر چھوٹی ٹوپی تھی۔

وَقَالَ الْحَسَنُ کَانَ الْقَوْمُ یَسْجُدُوْنَ عَلَی الْعِمَامَۃِ وَالْقَلَنْسُوَۃِ ۔ (صحیح بخاری ص۵۶ ج۱)

حسن بصری فرماتے ہیں کہ قوم (یعنی صحابہ کرامؓ) پگڑی اور ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے (بوجہ گرمی)

وَضَعَ اَبُوْ اِسْحَاقَ قَلَنْسُوَتَہٗ فِی الصَّلٰوۃِ وَرَفَعَھَا (صحیح بخاری ص۱۵۹ ج۱)

ابو اسحاق نے نماز میں اپنی ٹوپی کو نیچے اوپر کیا۔

معتمر کہتے ہیں سَمِعْتُ اَبِیْ قَالَ رَاَیْتُ عَلٰی اَنَسٍؓ بُرْنُسًا اَصْفَرَ مِنْ خَزٍّ (صحیح بخاری ص۸۶۳ ج۲)

میں نے اپنے باپ سے سنا انھوں نے فرمایا میں نے حضرت انسؓ کو دیکھا ان کے سر پر ریشم اور اون سے بُنی ہوئی زرد لمبی ٹوپی ہے

(9)غیر مقلد علماء کی تحقیق:

1- جماعت اہل حدیث کے بانی شمس العلماء شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین فرماتے ہیں: ”جمعہ کی نماز ہو یا کوئی اور نماز۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ عمامہ باندھ کر نماز پڑھتے تھے اس شہنشاہ احکم الحاکمین نے اپنے دربار میں حاضر ہونے کی نسبت یہ حکم کیا ہے کہ تم لوگ ہر نماز کے وقت اپنے کپڑے لے لیا کرو۔ یعنی اپنے کپڑے پہن کر نماز پڑھا کرو اور کپڑے میں عمامہ بھی داخل ہے۔ کیونکہ عمامہ ایک مسنون کپڑا ہے۔“

(فتاویٰ نذیریہ؛ ج3 ص372)

2- مشہور غیر مقلد عالم مولانا سید داؤد غزنوی اور مولانا عبدالجبار غزنوی فرماتے ہیں:” ابتداء عہد اسلام کو چھوڑ کر جب کہ کپڑوں کی قلت تھی۔ اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گذری جس میں بصراحت مذکور ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا صحابہ کرامؓ نے مسجد میں اور وہ بھی نماز با جماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو، چہ جائیکہ معمول بنالیا ہو۔ اس لیے اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہیے اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی۔ اگر عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبیہ ہوگی اور اگر سستی کی وجہ

سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہوگا۔ غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسند عمل ہے۔''

(فتاوی علمائے حدیث؛ ج 4 ص 290)

-3 شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: ''صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بالدوام ثابت ہوا ہے یعنی بدن پر کپڑے ہوں اور سر ڈھکا ہوا پگڑی سے ہو یا ٹوپی سے۔'' (فتاوی ثنائیہ؛ ج 1 ص 524)

-4 شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب فرماتے ہیں: ''غرض کسی حدیث سے بھی بلا عذر ننگے سر نماز کی عادت اختیار کرنا ثابت نہیں۔ محض بے عملی یا بدعملی یا کسل (سستی) کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں۔ العیاذ باللہ (اللہ کی پناہ)''
نیز فرماتے ہیں: ''کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلتِ عقل سے۔''

(فتاوی علماء حدیث؛ ج 4 ص 286 تا 289)

-5 شیخ الحدیث مولانا ابوسعید شرف الدین فرماتے ہیں: ''بحکم خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہنو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر پر عمامہ رکھنے سے عمامہ سنت ہے اور ہمیشہ ننگے سر کو نماز کا شعار بنانا بھی ایجاد بندہ (یعنی بدعت) ہے اور خلاف سنت ہے۔'' (فتاوی ثنائیہ؛ ج 1 ص 592)

-6 غرباء اہل حدیث کے امام و مفتی مولانا عبدالستار صاحب فرماتے ہیں: ''ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنی اولیٰ وافضل ہے کیونکہ ٹوپی اور عمامہ باعث زیب و زینت ہے۔''

(فتاویٰ ستاریہ؛ ج 3 ص 59)

-7 غیر مقلد عالم مولانا عبدالمجید سوہدروی فرماتے ہیں: ''ننگے سر نماز ہو جاتی ہے مگر بطور فیشن لاپرواہی اور تعصب کی بناء پر مستقل یہ عادت بنالینا جیسا کہ آج کل دھڑلے سے کیا جارہا ہے ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ نبی علیہ السلام نے خود یہ عمل نہیں کیا۔''

(فتاویٰ علماء حدیث؛ ج 4 ص 281)

-8 غیر مقلدین کے شیخ العرب والعجم مولانا سید محب اللہ شاہ راشدی فرماتے ہیں: ''یہ کہنا کہ سر ڈھانپنے پر پسندیدہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا اس سے راقم الحروف کو اختلاف ہے احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر اوقات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام سر پر عمامہ باندھے رہتے یا سر پر ٹوپیاں رکھتے تھے اور راقم الحروف کے علم کی حد تک سوائے حج و عمرہ کے کوئی ایسی صحیح حدیث دیکھنے میں نہیں آئی جس میں یہ ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ننگے سر گھومتے پھرتے تھے یا کبھی سر مبارک پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آکر عمامہ وغیرہ اتار کر

رکھ لیا اور ننگے سر نماز پڑھنی شروع کی ......ہم نے بڑے بڑے علماء وفضلاء کو دیکھا وہ اکثر و بیشتر سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے اور نماز پڑھتے ہیں یہ آج کل نئی نسل خصوصاً اہلحدیث جماعت کے افراد نے معمول بنا رکھا ہے اسے چلتے ہوئے فیشن کا اتباع تو کہا جا سکتا ہے، مسنون نہیں۔''

(الاعتصام لاہور ج45 شمارہ 30,27 جولائی1993ء)

9- غیر مقلدین کے مشہور عالم مورخ اسلام مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب فرماتے ہیں: ''مشاہیر علمائے حدیث ننگے سر نماز پڑھنے کو معیوب قرار دیتے تھے لیکن نئے دور کے اہلحدیث علماء ننگے سر نماز پڑھنے کے حق میں دلائل فراہم کرتے ہیں۔''

(ماہنامہ ''الرشید'' لاہور)

غیر مقلدین سے سوال:

اگر غیر مقلدین صحیح حدیث میں دکھا دیں کہ پوری زندگی میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا کسی صحابی نے کپڑا ہونے کے باوجود بغیر مجبوری کے مسجد میں فرض نماز ننگے سر پڑھی ہے اور اس حدیث کو امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر صحیح ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ دیدہ باید۔

☆☆☆

نماز میں دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ

نمازی کے دونوں پاؤں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟

امام اور منفرد اپنے جسم کی ساخت کے مطابق بغیر مشقت اٹھانے کے اس طرح نماز میں کھڑے ہوں کہ پاؤں کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور قیام رکوع اور سجود کی حالت میں پاؤں ایک جگہ جمے رہیں۔ سجدہ کرتے وقت پاؤں کو پھیلانا یا سکیڑنا نہ پڑے اور تکبرانہ انداز بھی معلوم نہ ہو البتہ نماز باجماعت کی صف بندی کرنے میں دو چیزوں کی احادیث میں سخت تاکید کی گئی ہے:

1- نمازی حضرات صف میں اس طرح پاؤں گھٹنے، کندھے اور گردنیں برابر کریں کہ صف بالکل سیدھی بن جائے کوئی نمازی بھی صف میں آگے پیچھے نہ ہو ورنہ صف ٹیڑھی ہو جائے گی۔

2- نمازی اتنے قریب قریب ہو کر کھڑے ہوں کہ دو نمازیوں کے درمیان خالی جگہ نہ رہے جماعت کی صف بندی کے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ ثَلَاثًا وَاللّٰهِ لَتُقِيْمُنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ قَالَ فَرَاَيْتُ الرَّجُلَ يَلْزَقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَرُكْبَتَهٗ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهٖ وَكَعْبَهٗ بِكَعْبِهٖ۔ (ابوداؤد؛ ج1 ص97)

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طرف چہرہ کر کے تین مرتبہ فرمایا: ''اپنی صفیں سیدھی کر لو اللہ کی قسم اگر تم اپنی صفیں سیدھی نہ کرو گے تو اللہ تعالی تمہارے قلوب میں باہمی مخالفت پیدا کر دے گا۔'' حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں ''اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ہر آدمی اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ اور اپنے گھٹنے کو اس کے گھٹنے سے اور قدم کو اس کے قدم سے ملاتا ہے۔''

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَقِيْمُوْا الصُّفُوْفَ وَحَاذُوْا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوْا الْخَلَلَ وَلِيْنُوْا بِاَيْدِىْ اِخْوَانِكُمْ وَلَاتَذَرُوْا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ

(ابوداؤد؛ ج1 ص97)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''صفوں کو سیدھا کرو! کندھوں کو برابر کرو! خالی جگہوں کو پر کرو! اپنے بھائیوں کے آگے نرم رہو اور شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو۔''

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ رُصُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَقَارِبُوْا بَيْنَهَا وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ (ابوداوٗد؛ ج1 ص97)

حضرت انسؓ بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی صفوں میں تم قریب قریب ہو جاؤ اور گردنیں برابر کرو۔''

تشریح احادیث ان احادیث سے چند امور معلوم ہوئے:

1- اصل مقصود یہ ہے صفیں سیدھی ہوں اور نمازی اس طرح صف بندی کریں کہ درمیان میں جگہ خالی نہ رہے۔

2- ٹخنے سے مراد قدم ہے یعنی پاؤں کو پاؤں کے ساتھ ملانا کیونکہ ٹخنے سے ٹخنہ تب مل سکتا ہے کہ دونوں پاؤں کو باہر کی جانب ٹیڑھا کیا جائے لیکن اس طرح نماز میں کھڑا ہونا مشکل ہے۔ لہذا ٹخنہ سے مراد قدم ہے۔

3- پاؤں وغیرہ کو حقیقتاً پاؤں کے ساتھ ملانا مراد نہیں بلکہ اس سے مراد ہے قریب قریب کرنا کیونکہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حدیث میں تین چیزیں ملانے کا حکم ہے۔ ٹخنہ، گھٹنا، کندھا اور گھٹنا، گھٹنے سے کسی صورت نہیں مل سکتا اور جب پاؤں ملانے کے لئے ٹانگیں چوڑی کریں گے تو کندھوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہو جائے گا اور اگر بالکل پاؤں کو پاؤں سے کندھے کو کندھے سے ملا دیا جائے تو نماز پڑھنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ نمازیوں کی ایک دوسرے سے دھکم پیل ہوگی اس لیے نماز میں پاؤں کو پاؤں کے ساتھ ملانے کی کوشش میں لگا رہنا، لغو حرکت ہے اور اپنی نماز کو ضائع کرنا ہے۔ جس کو اصرار ہو کہ حدیث میں الزاق (ملانے) کا حکم ہے اس لیے وہ پاؤں سے پاؤں ملاتا ہے تو اس کو کہا جائے حدیث میں کعب (ٹخنہ) کا لفظ ہے لہذا دونوں طرف اپنے ٹخنے ملایا کرو! نیز گھٹنے بھی، کندھے بھی ملاؤ! اس لیے غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ چھنگلی کو چھنگلی کے ساتھ یا پاؤں کو پاؤں کے ساتھ ملانے کی بے جا حرکت سے باز آئیں۔ پس معلوم ہوا کہ اس سے مراد قریب قریب کھڑا ہونا ہے اس طور پر کہ درمیان میں جگہ خالی نہ رہے۔

4- یہ بھی معلوم ہو گیا کہ پاؤں کا درمیانی فاصلہ شریعت میں مقرر نہیں البتہ جسمانی ساخت اور نماز میں خصوصاً سجدہ کی حالت میں پاؤں کو اپنی جگہ سے ہلانا نہ پڑے ورنہ نماز کے سکون کے خلاف ہوگا نیز کندھوں کے درمیان فاصلہ نہ ہو لہذا پہلے کندھے ملائیں پھر اس کے مطابق دونوں پاؤں رکھیں۔ مشاہدہ یہ ہے کہ جو آدمی زیادہ جسیم و کیم نہ ہو اس کے لیے چار انگلیوں سے چھ انگلیوں تک کا فاصلہ کافی ہو جاتا ہے۔

سنن ترمذی ص ۵۹ ج ا کے حاشیہ میں ہے وعندی ثبت بسند صحیح وھو عند ابی داود ان الزبیر کان یلزق بین کعبیہ ولا یدع فرجۃ وفی اکثر کتب الشافعیۃ ان فرج المصلی بین کعبیہ قدر شبر ......وکذلک فی کتبنا ان یکون بین القدمین قدر اربع اصابع ۔ صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے اور یہ ابوداود میں بھی ہے کہ حضرت زبیرؓ اپنے دونوں ٹخنوں کے درمیان ملاتے اور خالی جگہ نہ رکھتے اور اکثر کتب شافعیہ میں ہے کہ نمازی کے دونوں ٹخنوں کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ ہو اور ہماری کتب میں چار انگشت کی مقدار ہے (پاؤں کے اندر والی ابھری ہوئی ہڈی کو بھی کعب بمعنی ٹخنہ کہتے ہیں)۔

غیر مقلدین اپنی نماز درست کریں:

آج کل غیر مقلدین حضرات جس قدر پاؤں کے درمیان فاصلہ کرتے ہیں اس سے نماز میں کئی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں:

1- پاؤں اتنے چوڑے رکھیں تو سجدہ اور سجدہ کے بعد بیٹھنا مشکل ہو جاتا ہے۔اس لیے وہ سجدہ میں سمیٹ لیتے ہیں کھڑے ہونے کے بعد پھیلا لیتے ہیں یہ نماز کے سکون کے خلاف ہے۔

2- کندھوں کے درمیان فاصلہ بہت بڑھ جاتا ہے جو احادیث نبویہ کے خلاف ہے۔

3- غیر مقلدین جیسے پاؤں پھیلا کر کھڑے ہوتے ہیں اگر ان میں سے ہر دو نمازیوں کو سنی حضرات کی طرح اس طور پر کھڑا کریں کہ ہر ایک کے دونوں پاؤں کے درمیان چار چار انگشت کا فاصلہ ہو اور کندھے قریب قریب ہوں تو درمیان میں مزید ایک نمازی کی جگہ نکل آتی ہے پس اگر پچاس غیر مقلدین کی صف ہو اور وہ پاؤں پھیلا کر کھڑے ہوں تو درمیان میں کافی نمازیوں کی جگہ خالی رہ جاتی ہے۔جس کو وہ پاؤں پھیلا کر پُر کرتے ہیں حالانکہ اس جگہ کو نمازیوں سے پُر کرنے کا حکم ہے نہ کہ پاؤں پھیلا کر۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم خِیَارُکُمْ اَلْیَنُکُمْ مَنَاکِبَ فِیْ الصَّلَاۃِ
(سنن ابی داود ص ۹۸ ج ا)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ نمازی ہیں جو کندھوں کے اعتبار سے نرم ہیں۔

یعنی جب دو نمازیوں کے درمیان خالی جگہ ہو اور کوئی دوسرا نمازی درمیان میں آ کر کھڑا ہونا چاہے تو ان کے کندھے رکاوٹ نہیں بنتے۔ نیز بوقت صف بندی اگر دو نمازیوں کے درمیان خالی جگہ ہو اور ان کو قریب کیا جائے تو وہ قریب ہو جائیں یہ کہیں حدیث پاک میں نہیں کہ اگر خالی جگہ ہو تو اس کو پاؤں پھیلا کر پُر کریں۔ غیر مقلدین کی صفوں میں ہر دو غیر مقلدین کے

درمیان ایک نمازی کی جگہ خالی ہوتی ہے۔جس کو وہ ٹانگیں چوڑی کر کے پُر کرتے ہیں جو مذکورہ بالا حدیث کے خلاف ہے اور صف بھی اس خلا کی وجہ سے ناقص رہتی ہے۔

4- چونکہ حدیث پاک میں پاؤں، گھٹنے، کندھے، قریب کرنے کا حکم ہے۔غیر مقلدین پاؤں تو خوب ملاتے ہیں لیکن گھٹنوں اور کندھوں میں فاصلہ بڑھا لیتے ہیں یہ بھی حدیث پاک کے خلاف ہے۔ **اَللّٰھُمَّ اھْدِھِمْ** جب غیر مقلدین مردوزن نے حنفیوں کی ضد میں ٹانگیں چوڑی کرنی شروع کر دیں تو غیر مقلدین علماء نے ان متعصب غیر مقلدوں کی اصلاح کے لیے فتوے بھی جاری کیے۔آپ وہ ملاحظہ فرمائیں:

غیرمقلد علماء کے فتاوی :

مولانا عبداللہ روپڑی فرماتے ہیں:" بعض لوگ قدم زیادہ چوڑے کر کے کھڑے ہوتے ہیں جس سے کندھے نہیں ملتے، وہ غلطی کرتے ہیں۔کیونکہ اس حدیث میں جیسے قدم ملانے کا ذکر ہے، کندھے ملانے کا بھی ذکر ہے۔" (فتاویٰ علماء حدیث؛3/21)

بعض غیر مقلدین کھڑے ہونے کی حالت میں پاؤں ملا لیتے ہیں پھر سجدہ میں ہٹا لیتے ہیں ان کو تنبیہ کرتے ہوئے مولانا روپڑی صاحب فرماتے ہیں:" پھر سجدہ میں اپنی جگہ سے ہٹائے جاتے ہیں پھر اُٹھ کر ملائے جاتے ہیں، جیسے جاہلوں کی عادت ہے۔ایسا جدا کرنا اور ملانا تو ٹھیک نہیں کیونکہ نماز میں بلاوجہ پاؤں کو اِدھراُدھر کرنا ناجائز ہے بلکہ تمام نماز میں پاؤں ایک جگہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ نماز میں فضول حرکت نہ ہو۔"

(فتاویٰ علماء حدیث؛4/265 : فتاوی اہلحدیث ص539ج1)

غیر مقلدین سے سوال:

غیر مقلدین حضرات اپنے دعویٰ کے مطابق حدیث میں تاویل کیے بغیر حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حدیث کے مطابق ٹخنے سے ٹخنہ، گھٹنے سے گھٹنا، کندھے سے کندھا ملا کر نماز شروع کر دیں یا اپنا موجودہ عمل کہ کھڑے ہو کر پاؤں کو پاؤں سے ملانا اور ٹخنے سے ٹخنہ، گھٹنے سے گھٹنا، کندھے سے کندھا دور رکھنا، کسی قولی یا فعلی صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث میں دکھا دیں اور اس کی صحت امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

............☆............

نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھانا

سنی حضرات نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہیں جبکہ غیر مقلدین کندھوں تک اٹھاتے ہیں، اصل حقیقت کیا ہے؟

نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟ اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ ملاحظہ کیجئے!

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ اِذَاافْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ۔ (سنن نسائی؛ ج1ص140)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے۔''

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَلَمَّاافْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی حَاذَتَااُذُنَیْہِ۔'' (سنن نسائی؛ ج1ص140)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی پس جب آپ نے نماز شروع کی تو اپنے ہاتھ اٹھائے حتی کہ اپنے کانوں کے برابر کیئے۔''

''عَنْ مَالِکِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ ---------۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ اِذَا صَلّٰی رَفَعَ یَدَیْہِ حِیْنَ یُکَبِّرُ حِیَالَ اُذُنَیْہِ۔'' (سنن نسائی؛ ج1ص140)

حضرت مالک بن الحویرثؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب نماز شروع کرنے کا ارادہ کرتے تو تکبیر کے وقت ہاتھ کانوں کے برابر اٹھاتے۔''

عَنْ مَالِکِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ حِیْنَ دَخَلَ فِی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ--------۔ حَتّٰی حَاذَتَا فُرُوْعَ اُذُنَیْہِ۔

(سنن نسائی؛ ج1ص140، مسلم؛ ج1ص168)

حضرت مالک بن الحویرثؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جس وقت آپ نماز میں داخل ہوتے تو اپنے دونوں کانوں کے کناروں تک ہاتھ اٹھاتے۔''

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ ﷺ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی تَکَادَ اِبْھَامَاہُ تُحَاذِیْ شَحْمَۃَاُذُنَیْہِ۔''(سنن نسائی؛ ج1ص141)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ ''انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب آپ نے نماز شروع کی تو اپنے ہاتھ اٹھائے حتی کہ آپ کے دونوں انگوٹھے کانوں کی لو

کے قریب تھے۔"

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّهٗ اَبْصَرَ النَّبِیَّ ﷺ قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی کَانَتَا بِحِیَالِ مَنْکِبَیْهِ وَحَاذٰی بِاِبْهَامَیْهِ اُذُنَیْهِ ۔ (سنن ابوداؤد؛ ج 1 ص 105)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ "انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جس وقت آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھائے اور انگوٹھے کانوں کے برابر کیے۔"

"عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ حِیْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ یَدَیْهِ حِیَالَ اُذُنَیْهِ قَالَ ثُمَّ اَتَیْتُهُمْ فَرَأَیْتُهُمْ یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَهُمْ اِلٰی صُدُوْرِهِمْ فِیْ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَعَلَیْهِمْ بَرَانِسُ وَاَکْسِیَةٌ۔" (سنن ابوداؤد؛ ج 1 ص 105)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: "میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب نماز شروع کی تو کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے پھر میں دوبارہ آیا تو میں نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا کہ وہ نماز کے شروع میں اپنے سینوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور ان پر ٹوپیاں اور چادریں ہیں۔"

فائدہ: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فقاہت اور اجتہادی رائے سے ان مختلف روایات کے درمیان تطبیق یوں دی کہ نمازی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں، انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر اور انگلیاں کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر ہوں تاکہ بیک وقت سب روایات پر عمل ہو جائے۔ باقی سینہ تک ہاتھ اٹھانے کی روایت عذر و مجبوری پر محمول ہے جیسا کہ یہ جملہ کہ ان پر ٹوپیاں اور چادریں تھیں۔ اسی عذر کی نشاندہی کر رہا ہے کہ سردی کا موسم تھا چادریں لپٹی ہوئی تھیں اس عذر کی وجہ سے چادروں کے اندر ہی سینے تک ہاتھ اٹھائے۔

سوال: 1 اگر غیر مقلدین ان مختلف روایات کے درمیان نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فیصلہ صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث میں دکھا دیں کہ آپ نے کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا حکم دیا ہو اور کانوں تک اٹھانے سے منع کیا ہو یا آپ نے اختیار دیا ہو کہ تمہیں اختیار ہے جیسے چاہو کر لو یا کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث راجح ہے اور اس حدیث کی صحت امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے ورنہ دھوکہ دینا چھوڑ دیں کہ ہم صرف قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں اور تقلید نہیں کرتے۔

سوال: 2 اگر کوئی آدمی ہاتھ کانوں تک اٹھاتا ہے اس کی نماز باطل ہے یا نہیں؟ اگر نماز باطل ہے تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں اور اگر باطل نہیں تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں۔

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

کیا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی کوئی دلیل ہے؟

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرامؓ، تابعین رحمۃ اللہ علیہ تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے ثابت ہے۔ ملاحظہ کیجیے!!

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ (مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج3 ص322)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے فرمایا: ''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ نے نماز میں اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھا۔''

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْاَيْدِيْ عَلَى الْاَيْدِيْ تَحْتَ السُّرَرِ (مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج3 ص324: مسند احمد؛ ج1 ص110)

حضرت علیؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ''نماز کی سنت میں سے ہے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔''

قَالَ الْحَجَّاجُ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍ اَوْ سَأَلْتُهٗ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ يَصْنَعُ قَالَ يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِيْنِهٖ عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهٖ وَ يَجْعَلُهَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج3 ص323:: آثار السنن ص71 وقال اسنادہ صحیح)

حضرت حجاج بن حسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابومجلز رحمۃ اللہ علیہ سے سنا یا دریافت کیا کہ ''نمازی ہاتھ کس طرح رکھے؟ تو انہوں نے کہا دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے بیرونی حصہ پر رکھے اور اس کو ناف کے نیچے رکھے۔''

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ يَضَعُ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔
(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج3 ص322: آثار السنن؛ ص71 اسنادہ حسن)

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔''

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔
(الجوہر النقی علی البیہقی؛ ج2 ص31 محلی ابن حزم ج3 ص30)

حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: ''ہاتھ کو ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھا جائے۔''

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ ثَلَاثٌ مِّنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّۃِ تَعْجِیْلُ الْاِفْطَارِ وَ تَاخِیْرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُ الْیَدِ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ۔“

(الجوہرالنقی علی البیہقی؛ ج 2 ص32: محلیٰ ابن حزم؛ ج3 ص30)

حضرت انسؓ نے فرمایا: ”تین باتیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں؛ روزہ کے افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھنا۔“

عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٍّ قَالَ اِنَّ مِنْ سُنَّۃِ الصَّلٰوۃِ وَضْعَ الْیَمِیْنِ عَلَی الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّۃِ۔“

(مسند اہل بیت؛ ص174 دار قطنی ص286 ج1، سنن کبری بیہقی ج 2 ص31)

امیر المومنین حضرت علیؓ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”نماز میں سنت یہ ہے کہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے اور ناف کے نیچے باندھے۔

‘یاد رہے مسند اہل بیت غیر مقلدین کی کتاب ہے اس کا مصنف محمد بن محمد الباقری ہے جو دو واسطوں سے میاں نذیر حسین کا شاگرد ہے جیسا کہ اس مسند کے ص 8 پر درج ہے آدمی کی عجز و انکساری اور فطرتی ادب کا تقاضا بھی یہی ہے۔

اگر غیر مقلدین سینہ پر ہاتھ باندھنے کے ساتھ سنت کا لفظ دکھا دیں تو ہم ان کو سچا مان لیں گے۔

غیر مقلدین کی گستاخی :

غیر مقلد عالم مولانا محمد حنیف فرید کوٹی ان حدیثوں کی یوں توہین کرتا ہے: ”آپ اور آپ کے مقتدی تو بالکل ہی آلہ تناسل پر ہاتھ باندھتے ہیں جس سے وضو ٹوٹ جانے کا خطرہ ہے۔“

(قول حق؛ ص41)

سوال نمبر1 :

غیر مقلد اپنا دایاں ہاتھ بائیں کہنی پر اور بایاں ہاتھ دائیں کہنی پر رکھ کر دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیتے ہیں اگر غیر مقلدین اپنے اس عمل پر صحاح ستہ سے ایک صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث پیش کر دیں اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

سوال نمبر 2 :

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فتاویٰ ثنائیہ ج1 ص443 میں لکھا ہے: ”سینے پر ہاتھ باندھنے کی احادیث بخاری اور مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں۔“ نیز فتاوی ثنائیہ ج1 ص457 میں لکھا: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے۔“ اور مجاہدین لشکر طیبہ کا نصابی کتابچہ ریاض المجاہدین کے ص90 پر عنوان دیا ”سینے پر ہاتھ باندھنا“ اور حوالہ بخاری باب نمبر 477

صفحہ 371 ج1 کا دیا ہے اسی طرح ''سنن نسائی'' کا حوالہ دیا ہے۔ اگر وہ حدیث مع عربی متن و سند بخاری، مسلم، سنن نسائی میں دکھا دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے!!!

سوال نمبر3

اگر کوئی آدمی ناف کے نیچے ہاتھ باندھتا ہے اس کی نماز باطل ہے یا نہیں؟ اگر نماز باطل ہے تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں اور اگر باطل نہیں تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں۔

..................☆..................

قراء ت خلف الامام پر دوام ھے یا ترک؟

سنی حضرات امام کے پیچھے قراءۃ نہیں کرتے۔ کیا اس پر دلیل ہے؟
ہمارے پاس بہت دلائل ہیں لیکن دلائل پیش کرنے سے پہلے دو امر معلوم کرلیں:
فاتحہ قراءۃ ہے یا نہیں ❷ سنی حضرات اور غیر مقلدین کے درمیان جھگڑا کیا ہے؟

﴿ امر اول : فاتحہ قراء ت ھے یا نھیں؟ ﴾

یہ بات دلائل سے ثابت ہے کہ فاتحہ قراءۃ ہے:

دلیل : عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَسْکُتُ بَیْنَ التَّکْبِیْرِ وَبَیْنَ الْقِرَاءَ ۃِ ۔۔۔۔۔۔۔فَقُلْتُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْکَاتُکَ بَیْنَ التَّکْبِیْرِ وَبَیْنَ الْقِرَاءَ ۃِ مَاتَقُوْلُ؟ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ۔''......الخ

(صحیح بخاری ؛ج1ص103)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر اور قراءت کے درمیان کچھ آہستہ آہستہ پڑھتے۔ میں نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ تکبیر اور قراءت کے درمیان آہستہ کیا کہتے ہیں؟'' فرمایا: ''میں کہتا ہوں اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ......الخ۔

اور غیر مقلدین مانتے ہیں کہ یہ دعا تکبیر تحریمہ اور فاتحہ کے درمیان پڑھی جاتی ہے۔ لہذا یہاں فاتحہ کو قراءت کہا گیا ہے اور اگر غیر مقلدین کو اصرار ہے کہ فاتحہ قراءت نہیں بلکہ فاتحہ کے بعد والی سورت قراءت ہے تو اس حدیث کے مطابق غیر مقلدین کو چاہیے کہ فاتحہ ختم کرکے تکبیر کہیں پھر اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ والی دعا پڑھیں اس کے بعد سورۃ پڑھیں۔

دلیل: امام بخاری علیہ الرحمۃ نے باب قائم کیا ''بَابُ وُجُوْبِ الْقِرَاءَ ۃِ لِلْاِمَامِ وَالْمَامُوْمِ'' اس کے تحت حدیث نقل کی ہے ''لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ'' پس معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک فاتحۃ الکتاب قراءت ہے۔

دلیل: عَنْ اَنَسٍ قَالَ؛ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَ عُمَرُ یَسْتَفْتِحُوْنَ الْقِراَ ۃَ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ (سنن نسائی؛ ج1ص143: بخاری؛ ج1ص103)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکرؓ اور عمرؓ قراءت شروع کرتے تھے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن'' کے ساتھ۔

دلیل: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: "کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَسْتَفْتِحُ الصَّلَاۃَ بِالتَّکْبِیْرِ وَالْقِرَاءَۃَ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" (مسلم: ج1 ص194)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز شروع کرتے تکبیر کے ساتھ اور قراءت "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" کے ساتھ۔

نیز امام نسائی نے ج1 ص142 :143 ,پر چار باب قائم کیے ہیں "بَابُ الدُّعَاءِ بَیْنَ التَّکْبِیْرِ وَ الْقِرَاءَۃِ" ان میں قراءت سے مراد فاتحہ ہے کیونکہ یہ دعائیں تکبیر تحریمہ اور فاتحہ کے درمیان پڑھی جاتی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فاتحہ قراءت ہے۔

غیر مقلد سے سوال: اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث پیش کر دیں جس میں صراحت ہو کہ فاتحہ قراءت نہیں ہے اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

فائدہ: ہم نے یہ تحقیق اس لیے لکھی ہے کہ آگے دلائل میں جہاں قراءت کا لفظ آئے گا وہاں فاتحہ بھی اس میں داخل ہوگی کیونکہ فاتحہ بھی قراءت ہے پس جو حکم قراءت کا ہوگا، وہی فاتحہ کا ہوگا۔

امر ثانی۔ سنی حضرات اور غیر مقلدین کے درمیان محل نزاع

غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ نبی علیہ السلام کی اخیر زندگی تک صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قراءت کرتے رہے جبکہ اہل السنّت والجماعت کا دعویٰ یہ ہے کہ پہلے امام کے پیچھے قراءت ہوتی تھی بعد میں متروک ہوگئی اور امام کی قراءت کو ہی مقتدی کی قراءت قرار دیا گیا اور مقتدی کو خاموش رہنے اور امام کی قراءت پر اکتفا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
گویا امام و مقتدی دونوں کی نماز قراءت کے ساتھ ہوتی ہے۔ امام کی اس لیے کہ خود اس نے قراءت کی ہے مقتدی کی اس لیے کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے جبکہ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت نہیں بلکہ وہ اپنی قراءت جدا کرے گا۔

ہمارے پاس پانچ قسم کے دلائل ہیں:

قسم اول: ﴿امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔﴾ ملاحظہ کیجیے:

① ...... عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ رَجُلًا قَرَاَ خَلْفَ النَّبِیِّ ﷺ فِی الظُّھْرِ اَوِ الْعَصْرِ فَاَوْمَاَ اِلَیْہِ رَجُلٌ فَنَھَاہُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَتَنْھَانِیْ اَنْ اَقْرَاَ خَلْفَ النَّبِیِّ ﷺ فَتَذَاکَرَا ذٰلِكَ حَتّٰی سَمِعَ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الْاِمَامِ فَاِنَّ قِرَائَتَہٗ لَہٗ قِرَاءَۃٌ۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص126)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے نبی علیہ السلام کے پیچھے قراءت کی اثنائے نماز میں ایک آدمی نے اشارہ سے اس کو قراءت سے منع کیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو قراءت کرنے والے نے منع کرنے والے سے کہا کہ تم مجھے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے پیچھے قراءت کرنے سے کیوں روکتے ہو؟ وہ دونوں یہ باتیں کر رہے تھے کہ نبی علیہ السلام نے ان کی گفتگو سن لی اور ارشاد فرمایا: ''جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو اس کے لیے امام کی قراءت ہی کافی ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْاِمَامِ فَاِنَّ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ ۔ (موطا امام محمد؛ ص98 '' کتاب الحجۃ ص119 ج1)

حضرت جابرؓ بن عبداللہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔''

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ كُلُّ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَائَتُهٗ لَهٗ قِرَاءَةٌ

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص 414 قال ابن الترکمانی هذا سند صحیح: الجوہر النقی ص۱۵۹ ج۲ قال البوصیری حدیث جابر هذا اسناده صحیح رجاله کلهم ثقات اتحاف الخیرۃ المہرۃ ص۸۰ ج۲: وقال البوصیری فی موضع آخر حدیث جابر الاول صحیح علی شرط الشیخین اتحاف الخیرۃ المہرۃ ص۱۶۸ ج۲)

حضرت جابرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔''

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ (فتح القدیر؛ ج1 ص295: مسند احمد؛ ج3 ص339)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ (کتاب القراۃ؛ امام بیہقی ص138)

حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔''

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ اَمَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْعَصْرِ قَالَ فَقَرَاَ

رَجُلٌ خَلْفَهٗ فَغَمَزَهُ الَّذِیْ یَلِیْهِ فَلَمَّا اَنْ صَلّٰی قَالَ لِمَ غَمَزْتَنِیْ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُدَّامَكَ فَكَرِهْتُ اَنْ تَقْرَأَ خَلْفَهٗ فَسَمِعَهُ النَّبِیُّ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَاِنَّ قِرَائَتَهٗ لَهٗ قِرَاءَةٌ۔ (موطا امام محمد؛ص 101)

حضرت عبداللہ بن شدادؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز میں امامت کرائی اور ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قراءت کی جو نمازی اس کے ساتھ کھڑا تھا اس نے اس کا ذرا بدن دبایا تاکہ قراءت سے باز آجائے جب نماز ہو چکی تو اس نے کہا کہ تم نے مجھے کیوں دبایا تھا؟ منع کرنے والے نے کہا: ''چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے قراءت کر رہے تھے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تم بھی قراءت کرو۔'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا: ''جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔''

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفِیْ كُلِّ صَلَاةٍ قِرَاءَةٌ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَجَبَتْ هٰذِهٖ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَكُنْتُ اَقْرَبَ الْقَوْمِ اِلَیْهِ مَا اَرَی الْاِمَامَ اِذَا اَمَّ الْقَوْمَ اِلَّا كَفَاهُمْ ۔(دارقطنی؛ج1ص 332)

حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں: ''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ہر نماز میں قراءت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں!'' ایک انصاری بولے تو پھر قراءت ضروری ہوگئی؟ حضرت ابو درداؓ فرماتے ہیں: ''تمام اہل مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب میں تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: ''میں تو یہی جانتا ہوں کہ امام کی قراءت مقتدیوں کو کافی ہے۔''

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ۔ (کتاب القراءة؛ص 170)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔''

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَاِنَّ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ۔ (کتاب القراءة؛ص 156)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ''جس کے لیے امام ہو تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ تَكْفِیْكَ قِرَاءَةُ الْاِمَامِ خَافَتَ اَوْ

جَهَرَ ۔ (دار قطنی ؛ ج 1 ص 331)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تجھے امام کی قراءت کافی ہے چاہے وہ آہستہ آواز سے قراءت کرے یا اونچی آواز سے۔''

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ اَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَتَقْرَؤُنَ وَالْاِمَامُ يَقْرَاُ فَسَكَتُوْا فَسَاَلَهُمْ ثَلَاثًا فَقَالُوْا اِنَّا لَنَفْعَلُ هٰذَا قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا ۔

(شرح معانی الآثار؛159)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''تم قراءت کرتے ہو جب امام قراءت کر رہا ہو تو صحابہ کرامؓ چپ رہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار یہی سوال کیا۔ صحابہ کرامؓ بولے کہ ہم ایسا کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ایسے مت کرو۔''

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الظُّهْرِ وَكَانَ عَنْ يَّمِيْنِىْ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَرأَ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَعَلٰى يَسَارِىْ رَجُلٌ مِّنْ مُّزَيْنَةَ يَلْعَبُ بِالْحَصَالَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ قَالَ مَنْ قَرَأَ خَلْفِىْ قَالَ الْاَنْصَارِىُّ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَاِنَّ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ وَقَالَ لِلَّذِىْ يَلْعَبُ بِالْحَصَا هٰذَا حَظُّكَ مِنْ صَلَاتِكَ ۔ (کتاب القراۃ؛ص176)

نواس بن سمعانؓ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی میری داہنی طرف ایک انصاری صحابی تھے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قراءت کی اور میری بائیں جانب قبیلہ مزینہ کے ایک صاحب تھے جو کنکریوں سے کھیل رہے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا میرے پیچھے کس نے قراءت کی؟ انصاری بولے: ''میں نے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ایسا مت کرو کیونکہ جو امام کی اقتداء کرے تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔ جو صاحب کنکریوں سے کھیل رہے تھے ان سے فرمایا تمھیں نماز سے یہی حصہ ملا ہے؟

عَنْ يَحْيٰى بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَالِمِ الْعُمَرِيِّ وَيَزِيْدَ بْنِ عِيَاضٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ مِنكُمْ لَهٗ إِمَامٌ فَائتَمَّ بِهٖ فَلَايَقْرَأَنَّ مَعَهٗ فَاِنَّ قِرَاءَ تَهٗ لَهٗ

قِرَاءَ ۃٌ ۔ (کتاب القراۃ ص183)

یحییٰ بن عبداللہؓ اور یزید بن عیاضؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جس کے لیے امام ہو اور وہ اس امام کی اقتداء کرے تو مقتدی اس کے ساتھ ہرگز قراءت نہ کرے کیونکہ امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔

غیر مقلدین سے سوال: اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث پیش کر دیں کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت نہیں اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے!!!

قسم دوم: ﴿امام کی قراءت کے وقت مقتدی خاموش رہیں﴾

باب تاویل قوله عز وجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون (الاعراف الآیۃ ۲۰۴ پ ۹)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا ۔ (سنن نسائی ج1 ص106)

یہ باب اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں ہے'' اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف خوب کان لگاؤ اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: امام اس لیے ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تم تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تم خاموش رہو۔

ہماری اس دلیل کی پانچ خوبیاں ہیں:

1......قرآن کریم کی آیت ہے۔ 2......اس پر تفسیر کا عنوان ہے۔ 3......تفسیر مرفوع متصل حدیث کے ساتھ کی گئی ہے۔ 4...... یہ تفسیر اور حدیث سنن نسائی میں ہے جو صحاح ستہ میں سے ہے۔ 5......اس حدیث کو صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم ج 1 ص174 پر صحیح کہا ہے

قرآن کریم کی آیت ہے۔ **وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ** ۔ اس پر امام نسائی رحمہ اللہ نے عنوان قائم کیا ہے **تاویل قوله عزوجل** ......الخ یعنی اللہ عزوجل کے قول کی تفسیر۔

تفسیر کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ اس آیت میں تین امور غیر واضح ہیں۔

1-......قراءت کرنے والا کون ہے؟ 2- کس وقت اور کس حالت میں قراءت کی جائے؟

3-..........کان لگانے اور خاموش رہنے کا حکم کن لوگوں کو ہے؟
امام نسائی نے نبی کریم ﷺ کی حدیث کے ساتھ تفسیر کر کے یہ تینوں امور واضح کر دیے ہیں کہ
''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: امام اس لیے ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تم تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تم خاموش رہو''
اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ قراءت کرنے والا امام ہے اور وہ نماز کی حالت میں قراءت کرتا ہے کان لگانے اور خاموش رہنے کا حکم مقتدیوں کو ہے۔
اس قوی دلیل سے ثابت ہوا کہ امام جب قرآن پڑھے تو مقتدی خاموش رہیں اور چونکہ خاموش رہنے کا حکم امام کی قراءت پر مرتب ہو رہا ہے اور وہ جہری وسری دونوں نمازوں میں قراءت کرتا ہے تو مقتدی بھی دونوں نمازوں میں خاموش رہیں نیز قرآن الحمد سے والناس تک ہے اس لیے امام الحمد سے والناس تک قرآن کا جو حصہ بھی پڑھے خواہ فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ مقتدی خاموش رہیں۔ اور یہاں استماع اور انصات کا وہی معنی ہے جو صحیح بخاری ج 1 ص 3 پر فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ کی تفسیر میں ہے فَاسْتَمِعْ لَهٗ وَاَنْصِتْ یعنی کان لگا اور اس طرح خاموش رہ کہ زبان کو حرکت بھی نہ ہو۔
اس کے مقابلہ میں غیر مقلدین کے پاس ان خوبیوں کی حامل ایک بھی دلیل نہیں اگر اس آیت کی کوئی غیر مقلد دوسری تفسیر کرے تو وہ بھی صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں صحیح حدیث کے ساتھ تفسیر پیش کرے محض احتمالات اور کمزور روایتوں کی وجہ سے اس اعلی درجہ کی تفسیر کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔
جب قرآن وحدیث سے امام کی قراءت کے وقت مقتدیوں کیلئے کلام اللہ کا پڑھنا ممنوع ہے اور ان کو خاموش رہنے کا حکم ہے تو کلام الناس بطریق اولی ممنوع ہوگا اس کی تائید موطا امام محمد ص ۱۰۱ کی مرفوع حدیث سے ہوتی ہے جس میں یہ بات مذکور ہے کہ ایک صحابیؓ نے نبی پاک ﷺ کے پیچھے قراءت کی تو ساتھ والے صحابی نے اس کو ہاتھ کے اشارے سے منع کیا
عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَطَبَنَا فَبَیَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلَاتَنَا فَقَالَ اِذَا صَلَّیْتُمْ فَاَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ ثُمَّ لِیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ۔
(بروایت جریر عن سلیمان عن قتادہ؛ مسلم: ج 1 ص 174 مسند ابی یعلی ج 13 ص 255)
ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور یہ فرمایا کہ نماز پڑھنے سے قبل

اپنی صفوں کو درست کرلو پھر تم میں سے ایک تمہارا امام بنے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ'' ولا الضآلین '' کہے تو تم'' آمین '' کہو۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلاَۃِ فَلْیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ وَاِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا ۔

(مسند احمد ج 4 ص 415، صحیح ابی عوانہ ج 2 ص 230، سنن ابن ماجہ ص 61)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں: '' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز سکھائی فرمایا: '' جب تم نماز پڑھنے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک تمہارا امام بنے'' وَاِذَاقَرَأَ (الامام) فَاَنْصِتُوْا'' اور جب وہ امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا۔ (نسائی ج 1 ص 107 مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 378)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: '' امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔''

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا ۔(ابن ماجہ؛ ص 61: مسند احمد ج 2 ص 376)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: '' امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو وَاِذَاقَـرَأَ فَاَنْصِتُوْا اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔''

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِذَا قَرَاَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا۔ (کتاب القراءۃ؛ ص 113)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: '' جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔''

﴿7﴾ ......**عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَوْماً صَلاَۃَ الظُّھْرِ فَقَرَاَ مَعَہٗ رَجُلٌ مِّنَ النَّاسِ فِیْ نَفْسِہٖ فَلَمَّا قَضٰی صَلاَتَہٗ قَالَ ھَلْ قَرَأَ مَعِیَ مِنْکُمْ اَحَدٌ قَالَ ذٰلِکَ ثَلٰثاً فَقَالَ لَہُ الرَّجُلُ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَا کُنْتُ اَقْرَأُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی قَالَ مَالِیْ اُنَازَعُ الْقُرْآنَ اَمَا یَکْفِیْ اَحَدَکُمْ قِرَاءَۃُ اِمَامِہٖ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا ۔**(کتاب القراءۃ؛ 114)

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں: '' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن ظہر کی

نماز پڑھائی تو ایک صاحب اپنے جی ہی جی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قراءت کرنے لگے، نماز پوری ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ''کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قراءت کی ہے؟ تین دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سوال کیا۔ ایک صاحب بولے: ''جی ہاں! یارسول اللہ میں ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى'' پڑھ رہا تھا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا ہوگیا کہ مجھے قرآن کی قراءت میں کشمکش میں ڈال دیا جاتا ہے کیا تمہیں امام کی قراءت کافی نہیں ہے؟ امام تو بنایا ہی اس لیے جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے لہٰذا فَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہا کرو!''

غیر مقلدین سے سوال: اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک حدیث صحیح، صریح، مرفوع اور متصل پیش کردیں جس میں آپ نے مقتدیوں کو اِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا اِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا اِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا کی طرح حکم دیا ہو ''اِذَا قَرَأَ فَاقْرَؤُوْا'' اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے

قسم سوم: ﴿مدرک رکوع مدرک رکعت ہے﴾

اگر کوئی مقتدی امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے تو اس کی رکعت ہو جاتی ہے بشرطیکہ اس نے تکبیر تحریمہ کہنے کی مقدار قیام بھی کیا ہو اور تکبیر تحریمہ بھی کہی ہو۔ مقتدی کی یہ رکعت اس لیے ہو جاتی ہے کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے خواہ اس نے شروع سے امام کے پیچھے اقتداء کی ہو یا قراءت کے درمیان میں آکر شامل ہوا ہو یا رکوع میں شامل ہوا ہو۔ اگر مقتدی پر اپنی قراءت فرض ہوتی تو مدرک رکوع کی رکعت نہ ہونی چاہیے! حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ مدرک رکوع، مدرک رکعت ہوتا ہے۔

احادیث ملاحظہ کیجیے:

عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ اَنَّهٗ انْتَهٰى اِلَى النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يَّصِلَ اِلَى الصَّفِّ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تُعِدْ۔ (بخاری؛ ج1 ص108 سنن ابی داود ج1 ص99)

حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ وہ اس حالت میں پہنچے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع میں تھے انہوں نے صف تک پہنچنے سے قبل ہی رکوع کرلیا پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کہا ''زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تُعِدْ'' اللہ تعالیٰ تیرے حرص کو زیادہ کرے اور مت لوٹا تو یعنی نماز کو۔

حافظ محمد اسماعیل شارح بلوغ المرام فرماتے ہیں: ”لَا تُعِدْ“ اعادہ سے مشتق ہے یعنی اللہ تعالی تجھ میں طلب خیر کے حرص کو زیادہ کرے اور اپنی نماز کو نہ لوٹا کیونکہ وہ صحیح ہے۔

(سبل السلام؛ ج2 ص70)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا جِئْتُمْ اِلَی الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهَا شَیْئًا وَمَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلَاةَ۔

(ابوداؤد ج1 ص130)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: 'جب تم نماز کی طرف آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو سجدہ کرو اور اس کو کچھ بھی شمار نہ کرو وَمَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ اور جس نے رکوع کو پالیا اس نے نماز کو پالیا۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”میں نے صحیح ابن خزیمہ کا مطالعہ کیا تو اس میں یہ حدیث پائی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ اَدْرَكَهَا قَبْلَ اَنْ یُّقِیْمَ الْاِمَامُ صُلْبَهٗ۔

(تلخیص حبیر ج2 ص41 ” صحیح ابن خزیمہ ج3 ص45)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے امام کے ساتھ رکوع کو پالیا قبل اس کے کہ وہ اپنی کمر سیدھی کرے پس تحقیق اس نے رکعت کو پالیا۔“

مزید حدیثیں فتاوی ستاریہ ج1 ص53 تا ص57 میں ملاحظہ فرمائیں اور آثار صحابہ مصنف ابن ابی شیبہ طبع کراچی جلد اول ص243 ص244 ص254، ص255 پر ملاحظہ ہوں۔

غیر مقلدین سے سوال : اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث پیش کریں جس میں صراحتاً مذکور ہو کہ مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

قسم چهارم : فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے مگر امام کے پیچھے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُّ صَلَاةٍ لَا یُقْرَاُ فِیْهَا بِاُمِّ الْكِتَابِ فَهِیَ خِدَاجٌ اِلَّا صَلَاةً خَلْفَ اِمَامٍ۔ (کتاب القراءۃ؛ امام بیہقی ص171)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں ام الکتاب نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے مگر امام کے پیچھے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی صَلَاةً

لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ۔ (کتاب القراءۃ 136)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس نے نماز ہی نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے۔'' (یعنی امام کے پیچھے فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہے)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُقْرَأُ فِيْهَا بِاُمِّ الْكِتَابِ فَهِىَ خِدَاجٌ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ۔ (کتاب القراءۃ ص 136،)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے مگر امام کے پیچھے۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُقْرَأُ فِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَلَا صَلَاةَ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ۔ (کتاب القراءۃ بیہقی ص 173)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے، وہ نماز نہیں۔ مگر امام کے پیچھے۔''

ان روایات کے علاوہ اس مضمون کی مزید احادیث کتاب القراءۃ کے ان صفحات پر ملاحظہ فرمائیں ص 138 ص 122 نیز سنن دار قطنی ج 1 ص 327، موطا مالک ص 66، سنن ترمذی ص 71 اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نخبۃ الفکر ص 41 میں قاعدہ لکھتے ہیں وَبِكَثْرَةِ طُرُقِهٖ يُصَحَّحُ کثرت اسناد کی وجہ سے حدیث کو صحیح قرار دیا جاتا ہے۔

قسم پنجم: ﴿قراءت خلف الامام کے بارے میں شدت﴾

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ
(مصنف عبدالرزاق؛ ج 2 ص 139)

زید بن اسلمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

عَنْ مُوْسٰى بْنِ عُقْبَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ كَانُوْا يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ۔ (مصنف عبدالرزاق؛ ج 2 ص 139)

موسیٰ بن عقبہؒ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر، عمر، عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرماتے تھے۔''

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى اَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَنْهٰى عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ۔
(مصنف عبدالرزاق؛ ج 2 ص 138)

عبداللہ بن ابی لیلیؓ کہتے ہیں: ''حضرت علیؓ امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع کرتے تھے۔''

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ يَنْهٰى عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ ۔

(مصنف عبدالرزاق؛ ج2 ص140)

زید بن اسلمؓ کہتے ہیں: ''حضرت ابن عمرؓ امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع کرتے تھے۔''

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَدِدْتُّ اَنَّ الَّذِیْ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِیْ فِيْهِ حَجَرٌ

(مصنف عبدالرزاق؛ ج2 ص138)

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں: ''مجھے یہ پسند ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ہوں۔''

قَالَ عَلِیٌّ مَنْ قَرَأَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَيْسَ عَلَى الْفِطْرَةِ ۔

(مصنف عبدالرزاق؛ ج2 ص137 مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص412)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ''جو امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کی فطرت خراب ہے۔''

اَنَّ عَلِيًّا قَالَ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَلَا صَلَاةَ لَهٗ۔

(مصنف عبدالرزاق؛ ج2 ص139)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ''جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔''

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ مَنْ قَرَأَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَا صَلَاةَ لَهٗ

(مصنف عبدالرزاق؛ ج2 ص137، مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص413)

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں: ''جو امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی۔''

قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ (مَنْ قَرَأَ مَعَ الْإِمَامِ) مُلِئَ فُوْهُ تُرَابًا (مصنف عبدالرراق؛ ج2 ص138)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: ''جو امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔''

عَنْ سَعْدٍ قَالَ وَدِدْتُّ اَنَّ الَّذِیْ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِیْ فِيْهِ جَمْرَةٌ

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص412)

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں: ''مجھے یہ پسند ہے کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارے ہوں۔''

عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ وَدِدْتُّ اَنَّ الَّذِیْ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلِئَ فُوْهُ تُرَابًا

(مصنف عبدالرزاق؛ ج2 ص138)

اسود بن یزید تابعی فرماتے ہیں: ”مجھے یہ پسند ہے کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھرا جائے۔“

اَنَّ عَلْقَمَةَ بْنَ قَيْسٍ قَالَ وَدِدْتُّ اَنَّ الَّذِىْ يَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ مُلِئَ فُوْهُ قَالَ اَحْسِبُهٗ قَالَ تُرَابًا اَوْ رَضْفًا (مصنف عبدالرزاق ج2 ص138)

حضرت علقمہ بن قیسؒ فرماتے ہیں: ”مجھے یہ پسند ہے کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرتا ہو اس کا منہ گرم پتھروں سے بھرا جائے۔“

فائدہ: قراءت خلف الامام کے متعلق پانچ طرح کی مختلف روایات ہیں۔

1: عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَصَاعِدًا۔ (مشکوۃ ص78 صحیح مسلم ص169 ج1 صحیح ابی عوانہ ج2 ص217 صحیح ابن حبان ص87 ج5 مصنف عبد الرزاق ص93 ج2 مسند احمد ص322 ج5) عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اس آدمی کی نماز نہیں جس نے سورۃ فاتحہ اور زائد سورۃ کو نہیں پڑھا۔

2: عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ...... قَالَ (رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم) فَلَا تَقْرَؤُوْا بِشَيْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِذَا جَهَرْتُ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ۔

(مشکوۃ؛ص81 سنن ابی داود ص119 ج1 سنن دار قطنی ص319 ج1)

عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں اونچی آواز سے قراءت کروں تو قرآن میں سے کچھ نہ پڑھو مگر ”ام القرآن“۔

اس حدیث میں جہری اور سری نماز میں فرق کیا گیا ہے جہری نمازوں (مغرب، عشاء، و فجر) میں امام کے پیچھے سورۃ منع ہے لیکن سری میں منع نہیں۔ ورنہ جہری نماز کی تخصیص کا کیا فائدہ؟ خلاصہ یہ کہ جہری میں امام کے پیچھے صرف فاتحہ پڑھو زائد سورت نہ پڑھو مگر سری (ظہر و عصر) نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ کے ساتھ زائد سورۃ پڑھنے کی اجازت ہے۔

3: عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔ (مشکوۃ ص78)

عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آدمی کی نماز نہیں جس نے فاتحۃ الکتاب کو نہیں پڑھا۔ عبادۃ بن الصامتؓ سے تفصیلی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صبح کی نماز میں قراءت گراں ہو گئی نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم اپنے امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو صحابہ کرامؓ نے اثبات میں جواب دیا آپ نے فرمایا

لَاتَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآنِ (سنن ترمذی ص ۶۹ ج ۱) تم نہ پڑھو (جہری وسری نمازوں میں) مگر ام القرآن۔

﴿۹﴾: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيْهَا بِالْقِرَاءَ ةِ فَقَالَ هَلْ قَرَأَ مَعِيَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اٰنِفًا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّیْ اَقُوْلُ مَا لِیْ اُنَازَعُ الْقُرْآنَ قَالَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَ ةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْمَا جَهَرَ فِيْهِ بِالْقِرَاءَ ةِ مِنَ الصَّلَوَاتِ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ۔(سنن نسائی ص 106 ج 1 '' سنن ابن ماجہ ص 61 ج 1 ' سنن ابی داود ص 120 ج 1 '' سنن ترمذی ص 71 ج 1 '' مشکوۃ ص 81 ج 1)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قراءت کی ہے ایک آدمی نے کہا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جی ہاں!'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں بھی سوچتا ہوں میرے ساتھ قرآن کا جھگڑا کیوں کرایا جا رہا ہے؟ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ''یہ بات سن کر لوگ جہری نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قراءت کرنے سے رُک گئے یعنی قرائت خواہ فاتحہ ہو یا زائد سورت دونوں سے جہری نمازوں میں رُک گئے لیکن سری نمازوں میں فاتحہ پڑھتے رہے۔''

5: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا ۔((سنن نسائی ص 107 ج 1 '' سنن ابن ماجہ ص 61 ج 1 '' سنن ابی داود ص 89 ج 1 مشکوۃ شریف؛ ج 1 ص 81)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''امام اس لیے ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تم تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تم خاموش رہو۔''

اس میں جہری وسری اور فاتحہ وغیر فاتحہ کا فرق ختم کر کے عام حکم کے طور پر فرمایا: ''جب امام قراءت کرے تم خاموش رہو۔''

ان مختلف روایات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً پانچوں نمازوں میں فاتحہ وغیر فاتحہ دونوں مشروع تھیں جیسا کہ حدیث نمبر ا سے معلوم ہو رہا ہے اس کے بعد قراءت خلف الامام کے مسئلہ میں مرحلہ وار چار تبدیلیاں ہوئی ہیں (1) جہری نمازوں میں غیر فاتحہ ممنوع سری میں مشروع حدیث نمبر ۲ ملاحظہ کیجئے (2) جہری وسری نمازوں میں غیر فاتحہ ممنوع حدیث نمبر ۳

میں غیر فاتحہ سے ممانعت ہے اور جہری وسری میں فرق نہیں کیا گیا (3) جہری نمازوں میں فاتحہ ممنوع اور سری میں مشروع حدیث نمبر۴ کا مقتضی یہی ہے (4) سری میں فاتحہ ممنوع جیسا کہ حدیث نمبر۵ اور ترک قراءت خلف الامام کی دیگر احادیث کی دلالت اسی پر ہے۔اس چوتھے مرحلہ کے بعد مقتدی کیلئے فاتحہ وغیر فاتحہ دونوں کا پڑھنا جہری اور سری نمازوں میں مطلقا ممنوع ہوگیا۔

سوال نمبر 1 اگر غیر مقلدین نے مختلف متضاد روایات کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث میں صراحتاً دکھادیں اوراس حدیث کی صحت بھی امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے ۔

سوال نمبر 2 :اگر غیر مقلدین امام کے پیچھے فاتحہ کی فرضیت اور113 سورتوں کی حرمت کے بارے میں صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث پیش کردیں۔

اور: قراءۃ خلف الامام کے بارے میں نبی پاک ﷺ اور خلفاء راشدین کا تاکیدی حکم پیش کر دیں؟ **نیز** امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے پر نبی اقدس ﷺ سے کوئی سخت وعید کی صحیح حدیث پیش کردیں اوران احادیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے!!!

سوال نمبر 3 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ...... فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَجَلَسَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَقَامَ اَبُوْ بَكْرٍ فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يَاْتَمُّ بِالنَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسُ يَاْتَمُّوْنَ بِاَبِيْ بَكْرٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْقِرَاءَةِ مِنْ حَيْثُ كَانَ بَلَغَ اَبُوْ بَكْرٍ

(ابن ماجہ ص 87، مسند احمد ج 2 ص 356)

ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ ......رسول اللہ ﷺ مرض الوفات کے دوران مسجد میں تشریف لائے حضرت ابوبکر صدیق ؓ مکبر بن گئے آپ امام تو آپ نے قراءت وہاں سے آگے شروع کی جہاں حضرت ابوبکر ؓ نے چھوڑی تھی۔

اس کے مطابق آپ ﷺ کی پوری فاتحہ یا فاتحہ کا کچھ حصہ رہ گیا سوال یہ ہے کہ فاتحہ کے بغیر نبی پاک ﷺ کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟؟؟

سوال نمبر 4 :اگر کوئی آدمی امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز باطل ہے یا نہیں؟ اگر نماز باطل ہے تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں اور اگر باطل نہیں تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں ۔

آمین آھستہ کھنا مسنون ھے :

سوال: سنی حضرات آمین آہستہ کہتے ہیں کیا اس پر کوئی دلیل ہے؟
جواب: جی ہاں! ہمارے پاس دلیل کیا دلائل موجود ہیں؟ ملاحظہ فرمائیں!!!

آمین دعا ہے گیارہویں پارہ میں ہے ''وَقَالَ مُوْسٰی رَبَّنَا اِنَّکَ'' موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی لیکن قبولیت کے بیان میں ہے ''قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا'' تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی۔ دراصل موسیٰ علیہ السلام دعا کر رہے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہہ رہے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کی ''آمین'' کو بھی ''دعا'' کہا ہے۔
(تفسیر درمنثور ج3 ص315، تفسیر ابن کثیر ج1 ص31 تفسیر خازن ج2 ص306)

اور بخاری ج1 ص107 میں ہے قَالَ عَطَاء: آمِیْنُ دُعَاءٌ حضرت عطا تابعی نے فرمایا آمین دعا ہے۔ تفسیر خازن ج2 ص306 میں ہے اس کا معنی ہے ''اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ'' اے اللہ! قبول فرمایئے۔ یعنی معنی بھی دعا والا ہے اور دعا کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ ''اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْیَةً'' اپنے رب سے دعا کرو عاجزی کے ساتھ اور آہستہ۔ لہذا آمین چونکہ دعا ہے تو قرآن کے اس حکم کے مطابق آہستہ ہونی چاہیے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ شافعی مسلک رکھتے ہیں جن کے ہاں آمین جہراً (بلند آواز سے) کہنا افضل ہے اس کے باوجود امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ تفسیر میں لکھتے ہیں

''قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِخْفَاءُ التَّامِیْنِ اَفْضَلُ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِعْلَانُهٗ اَفْضَلُ وَاحْتَجَّ اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَلٰی صِحَّةِ قَوْلِهٖ قَالَ فِیْ قَوْلِهٖ آمِیْنُ وَجْهَانِ اَحَدُهُمَا اَنَّهٗ دُعَاءٌ وَالثَّانِیْ اَنَّهٗ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ فَاِنْ کَانَ دُعَاءً وَجَبَ اِخْفَاءُهٗ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً وَاِنْ کَانَ اِسْمًا مِّنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَجَبَ اِخْفَاءُهٗ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً (الاعراف۲۰۵) فَاِنْ لَّمْ یَثْبُتِ الْوُجُوْبُ فَلَا اَقَلَّ مِنَ النَّدْبِیَّةِ وَنَحْنُ بِهٰذَا الْقَوْلِ نَقُوْلُ۔ (تفسیر کبیر؛ ج13 ص131)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آمین آہستہ کہنا افضل ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آمین بلند آواز سے کہنا افضل ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ آمین میں دو احتمال ہیں یا دعا ہے یا اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ پس اگر دعا ہے تو اللہ تعالیٰ کے قول '' اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْیَةً''

کی وجہ سے آمین آہستہ کہنا واجب ہے اور اگر اللہ تعالی کے ناموں میں سے کوئی نام ہے تو اللہ تعالی کے فرمان ''وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَّخِيْفَةً'' کی وجہ سے بھی آمین میں اِخفاء واجب ہے اور اگر واجب نہ ہو تو کم از کم مستحب ضرور ہے اور ہم بھی اسی قول کو اختیار کرتے ہیں۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا قَالَ الْقَارِئُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنِ فَقَالَ مَنْ خَلْفَهٗ آمِيْنْ فَوَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ اَهْلِ السَّمَاءِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (صحیح مسلم ج1 ص176)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب قاری (امام) غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو اس کے مقتدی آمین کہیں۔ پس جس کی آمین آسمان والوں کی آمین کے موافق ہوئی اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔''

فرشتوں کی آمین آہستہ ہوتی ہے کبھی کسی نے فرشتوں کی آمین کی گونج نہیں سنی موافقت تبھی ہوگی کہ وقت بھی ایک ہو اور آہستہ کہی جائے۔

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّهٗ حَفِظَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَكْتَتَيْنِ سَكْتَةً اِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةً اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ ۔

(ابوداود ج1 ص113: ترمذی ج1 ص59)

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سکتے کرتے (یعنی دو جگہ کچھ آہستہ کہتے) ایک جب تکبیر تحریمہ کہتے (یہ سکتہ اس لیے تھا کہ اس میں ثناء پڑھتے) دوسرا جب غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ سے فارغ ہوتے (یہ دوسرا سکتہ اس لیے تھا کہ اس میں آمین کہتے)

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ قَالَ آمِيْنْ وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ ۔

(مسند احمد؛ ج4 ص316، دارقطنی؛ ج1 ص334 مستدرک حاکم؛ ج2 ص253 سنن کبری بیہقی؛ ج2 ص57 ترمذی؛ ج1 ص58)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ پڑھ چکے تو آمین کہا اور آمین میں اپنی آواز کو آہستہ کیا۔''

قَالَ عُمَرُ اَرْبَعٌ يُخْفَيْنَ عَنِ الْاِمَامِ اَلتَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَآمِيْنْ

وَاَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ ۔ (کنز العمال؛ ج8 ص274، البنایہ؛ ج1 ص620، محلی ابن حزم؛ ج2 ص209)

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "امام چار چیزیں آہستہ کہے **اعوذ باللہ، بسم اللہ، آمین، اللھم ربنا ولک الحمد۔**"

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ لَمْ یَکُنْ عُمَرُ وَعَلِیٌّ یَجْھَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا بِآمِیْنَ ۔ (طحاوی شریف؛ ج1 ص140، الجوہر النقی؛ ج2 ص48)

ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں اعوذ باللہ اور آمین میں اونچی آواز نہیں کرتے تھے۔"

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ کَانَ عَلِیٌّ وَّابْنُ مَسْعُوْدٍ لَا یَجْھَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِآمِیْنْ ۔ (معجم کبیر طبرانی؛ ج9 ص262)

حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ بسم اللہ، اعوذ باللہ، اور آمین میں اونچی آواز نہیں کرتے تھے۔"

عَنْ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ خَمْسٌ یُخْفِیْنَ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَالتَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَآمِیْنْ وَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔

(مصنف عبد الرزاق؛ ج2 ص87، مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج2 ص416)

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی یہ ہے "پانچ چیزیں آہستہ کہی جاتی ہیں: **سبحانک اللھم، اعوذ باللہ، بسم اللہ، آمین، ربنا لک الحمد۔**"

غیر مقلدین سے سوال 1

سنی حضرات اور غیر مقلدین کے درمیان اصل اختلاف یہ ہے سنی حضرات کہتے ہیں کہ ان دلائل کی وجہ سے آمین بلند آواز سے کہنے کا طریقہ متروک ہو گیا جبکہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخیر زندگی تک ہمیشہ آمین اونچی کہی جاتی رہے۔ لہذا اصل جھگڑا دوام اور ترک کا ہے تو غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ آمین بالجہر کے دوام پر دلیل پیش کریں۔

غیر مقلدین کا دعوٰی اور عمل:

1- امام ہمیشہ فرضوں کی سترہ رکعتوں میں سے گیارہ رکعات میں آمین آہستہ کہتا ہے اور چھ رکعات یعنی دو مغرب دو عشاء دو فجر میں ہمیشہ بلند آواز سے کہتا ہے۔

2- مقتدی ہمیشہ گیارہ رکعات میں آمین آہستہ اور چھ رکعات میں، اگر مدرک ہو یعنی پوری نماز امام کے ساتھ پالے تو آمین بلند آواز سے کہتا ہے اور اگر مسبوق ہو تو آمین آہستہ کہتا ہے۔

3- منفرد تمام رکعات میں آمین آہستہ کہتا ہے۔

4- امام، مقتدی اور منفرد سنت و نفل میں ہمیشہ آمین آہستہ کہتے ہیں۔

5- آمین بلند آواز سے کہتے ہیں باقی اذکار یعنی ثناء، تعوذ، تسمیہ، رکوع و سجود کی تسبیح، تشہد، درود شریف آہستہ کہتے ہیں۔ اگر غیر مقلدین اپنے اس عمل و دعویٰ پر صحیح، صریح، مرفوع اور متصل غیر معارض کوئی ایک حدیث پیش کر دیں جس میں ان کے اس عمل پر دوام کی صراحت ہو اور اس حدیث کی صحت اور ہمارے پیش کردہ دلائل کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ان کو ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے!!!

سوال:2

اگر کوئی آدمی آمین آہستہ کہتا ہے اس کی نماز باطل ہے یا نہیں؟ اگر نماز باطل ہے تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں اور اگر باطل نہیں تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں

سوال:3

اگر ایک مقتدی اس وقت نماز میں شامل ہوا جب امام نستعین پر پہنچ چکا ہے مقتدی کی فاتحہ پوری ہونے سے پہلے امام ولا الضالین کہہ لیتا ہے سوال یہ ہے کہ یہ مقتدی امام کی ولا الضالین پر پہلے آمین کہے بعد میں اپنی فاتحہ مکمل کرے یا پہلے اپنی فاتحہ مکمل کرے بعد میں آمین کہے؟

رفع یدین پر دوام یا ترک

سوال: کیا سنی حضرات کے پاس ترک رفع یدین کی کوئی دلیل ہے؟

جواب: دلائل تو بہت ہیں ہم یہاں چند احادیث لکھتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّہٗ قَالَ اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا مَرَّۃً وَّاحِدَۃً (نسائی شریف؛ ج1 ص161)

عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ پڑھ کر دکھاؤں؟ سو آپ نے نماز پڑھی پس آپ نے صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔''

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِصَلَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ فَقَامَ فَرَفَعَ یَدَیْہِ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ثُمَّ لَمْ یُعِدْ (نسائی شریف؛ ص158 ج1)

عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی خبر دوں؟ سو کھڑے ہوئے پس پہلی مرتبہ رفع یدین کیا پھر دوبارہ نہ کیا۔''

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اَلَا اُرِیْکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا مَرَّۃً (مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص267)

عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ دکھاؤں؟ پس آپ نے رفع یدین نہ کیا مگر ایک ہی مرتبہ۔''

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ لَا یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ وَلَا یَعُوْدُ لِشَیْءٍ مِّنْ ذَالِکَ (فتح القدیر ج1 ص270 مسند امام اعظم ص50)

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے: ''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع یدین نہ کرتے تھے مگر نماز شروع کرتے وقت اور دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔''

ہماری یہ دلیل لا الہ الا اللہ کی طرح ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ اسی طرح نہیں رفع یدین کرتے تھے مگر شروع میں پس سوائے شروع والے رفع یدین کے باقی رکوع وسجود والے رفع یدین کی نفی ہوگئی۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا کَبَّرَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُرٰی اِبْھَامُہٗ قَرِیْبًا مِّنْ اُذُنَیْہِ مَرَّۃً وَّاحِدَۃً ثُمَّ لَا یَعُوْدُ لِرَفْعِھَا فِیْ تِلْکَ الصَّلَاۃِ

(مصنف عبدالرزاق ج2 ص70 سنن ابی داود ج1 ص109 سنن دار قطنی ج1 ص293 مسند ابی یعلی ج3 ص248)

براء بن عازبؓ سے روایت ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تکبیر کہتے تو ایک مرتبہ رفع یدین کرتے پھر اس نماز میں دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔''

عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى الْجَانِبَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَامَ تُؤْمِئُوْنَ بِاَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ۔

(مسلم شریف؛ ج1 ص181)

جابر بن سمرةؓ سے روایت ہے: ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم نماز پڑھتے یعنی نماز با جماعت تو ہم سلام کے وقت دونوں طرف ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: ''تم کیوں اشارہ کرتے ہو؟ گویا کہ یہ ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں۔''

پس جیسے قرآن نے ماں باپ کو اُف کہنے سے منع کیا تو گالی دینا اور جوتے مارنا بطریق اولی منع ہے اسی طرح جب نماز کے بالکل اخیر میں سلام کے وقت رفع یدین کرنا منع ہے تو نماز کے اندر رکوع کے وقت رفع یدین بطریق اولی منع ہوگا۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ رَافِعِيْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ۔

(مسلم شریف ج1 ص181)

جابر بن سمرةؓ سے روایت ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف نکل کر آئے اور صحابہ کرامؓ کو رفع یدین کرتے دیکھا (صحابہ کرام کی یہ انفرادی نماز تھی) تو فرمایا: ''کیا وجہ ہے میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھ رہا ہوں گویا کہ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں۔ نماز میں سکون کرو۔''

كَانَ اَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ وَ اَصْحَابُ عَلِيٍّ لَا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِلَّا فِيْ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص267 **قال ابن الترکمانی هذا ایضا سند صحیح جلیل** الجوہر النقی ج2 ص79)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے تمام شاگرد رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز

کے شروع میں پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِي اَوَّلِ مَا يَفْتَتِحُ

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص268 شرح معانی الآ ثار ج1 ص163)

مجاہد تابعی فرماتے ہیں: ''میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو نہیں دیکھا کہ وہ رفع یدین کرتے ہوں مگر نماز کے شروع میں۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ كَاَنِّيْ بِقَوْمٍ يَاتُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ

(الجامع الصحیح مسند الامام الربیع؛ ج1 ص45)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''گویا میں ایک قوم دیکھ رہا ہوں جو میرے بعد آئے گی نماز میں اس طرح رفع یدین کرے گی گویا کہ ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں۔''

اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ رفع یدین کو ہی کل دین سمجھ لیں گے اور رفع یدین کی آڑ میں خود گمراہ ہونگے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ خود بدعقیدہ ہوں گے اور دوسروں کو بدعقیدہ بنائیں گے اس کا مصداق امام شافعی واحمد نہیں کہ وہ صحیح العقیدہ لوگ ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِمَكَّةَ نَرْفَعُ اَيْدِيَنَا فِيْ بَدْءِ الصَّلَاةِ وَفِيْ دَاخِلِ الصَّلَاةِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ فَلَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ ﷺ اِلَى الْمَدِيْنَةِ تَرَكَ رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِيْ دَاخِلِ الصَّلَاةِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَثَبَتَ عَلٰى رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِيْ بَدْءِ الصَّلَاةِ (اخبار الفقہاء والمحدثین؛ ص214)

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ''کہ جب ہم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھے تو نماز کے شروع میں اور نماز کے اندر رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو نماز کے اندر رفع یدین چھوڑ دیا اور نماز کے شروع والا رفع یدین کرتے رہے۔''

فائدہ : چونکہ تکبیر تحریمہ، قنوت، عیدین والے رفع یدین کے ساتھ یعنی اللہ اکبر کہا جاتا ہے اس لیے وہ باقی رکھا گیا اور جو رفع یدین ذکر سے خالی تھے ان کو سرکش گھوڑوں کی دمیں فرما کر منع کر دیا گیا ہے اور یاد رہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ذکر اللہ نہیں بلکہ کلام الناس ہے اسی لیے اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

غیر مقلدین کا دعویٰ اور عمل:

غیر مقلدین چار رکعت نماز میں 10 جگہ رفع یدین کرتے ہیں پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں' ہر چار رکوع سے پہلے اور بعد۔

اٹھارہ (18) جگہ رفع یدین نہیں کرتے دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں 8 سجدوں میں سے ہر سجدہ سے پہلے اور بعد۔

دس (10) جگہ رفع یدین فرض ہے اور اٹھارہ (18) جگہ رفع یدین منع ہے۔

غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخیر زندگی تک ہمیشہ یہ عمل کرتے رہے یعنی دس (10) جگہ رفع یدین کرنا اٹھارہ (18) جگہ نہ کرنا۔

رفع یدین کے بغیر نماز باطل ہے۔

سوال نمبر 1: اگر غیر مقلدین اپنا یہ عمل و دعویٰ ایک قولی اور ایک فعلی صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث سے ثابت کر دیں اور حدیث کی صحت بھی امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے!!!

سوال نمبر 2: غیر مقلدین اپنی اردو بخاری ج1 ص468، باب474، حاشیہ 4 کے مطابق عشرہ مبشرہ کی نام بنام رفع یدین کی دس حدیثیں اور پچاس صحابہؓ سے نام بنام پچاس حدیثیں جو رافضیوں کے قرآن کی طرح غار میں چھپی ہوئی ہیں تحریر کر دیں اور ان کی صحت امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے!!!

سوال نمبر3 ترمذی ص59 ج1 میں ہے کہ متعدد صحابہ کرامؓ ترک رفع یدین کے قائل تھے۔ سوال یہ ہے کہ

ان کی نمازیں درست ہیں یا باطل؟ وہ بے نمازی تھے یا نمازی؟

وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبع ہوئے یا غیر متبع؟

وہ اہل حق ہوئے یا اہل باطل؟ وہ جنتی ہوئے یا دوزخی؟

سوال نمبر4 اگر کوئی آدمی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا اس کی نماز باطل ہے یا نہیں؟ اگر نماز باطل ہے تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں اور اگر باطل نہیں تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں۔

☆......☆......☆

سجدہ میں جانے کا طریقہ

سوال: سجدہ میں جانے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

جواب: سجدہ کی طرف جانے کے متعلق دو حدیثیں ہیں:

زمین پر پہلے گھٹنے رکھے جائیں،

چنانچہ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُکْبَتَیْہِ قَبْلَ یَدَیْہِ (ابوداؤد ج1 ص122، ترمذی ج1 ص61، نسائی ج1 ص165)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے (زمین پر) ہاتھوں سے پہلے رکھتے۔

زمین پر پہلے ہاتھ رکھے جائیں'

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا سَجَدَ اَحَدُکُمْ فَلْیَضَعْ یَدَیْہِ قَبْلَ رُکْبَتَیْہِ وَلَا یَبْرُکْ بُرُوْکَ الْبَعِیْرِ (نسائی: ج1 ص165)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے رکھے اور اونٹ کی طرح پہلے اپنے گھٹنے نہ رکھے۔''

چونکہ دونوں قسم کی حدیثوں میں تعارض ہے اس مسئلہ کے حل کے لیے آثار صحابہ کو بنیاد بنایا گیا ان کو بنیاد بنا کر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو یوں حل فرمایا کہ پہلے زمین پر گھٹنے رکھنا سنت ہے۔ البتہ اگر کسی کو مجبوری ہو تو وہ اس کے برعکس پہلے ہاتھ بھی زمین پر رکھ سکتا ہے جیسا کہ دوسری قسم کی حدیث میں ہے۔

یا یہ حدیث منسوخ ہے چنانچہ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں: '' کُنَّا نَضَعُ الْیَدَیْنِ قَبْلَ الرُّکْبَتَیْنِ فَاُمِرْنَا بِالرُّکْبَتَیْنِ قَبْلَ الْیَدَیْنِ '' (صحیح ابن خزیمہ ج1 ص319 سنن الکبری للبیھقی ج2 ص100) کہ ہم گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھتے تھے پھر ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھا کریں۔

آثار صحابہؓ وتابعین

عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَنَّ عُمَرَ کَانَ یَضَعُ رُکْبَتَیْہِ قَبْلَ یَدَیْہِ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج1 ص294)

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: ''حضرت عمرؓ اپنے گھٹنے ہاتھ سے پہلے رکھتے تھے۔''

عَنِ الْاَسْوَدِ اَنَّ عُمَرَ کَانَ یَقَعُ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج1 ص294)

حضرت اسود تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: ''حضرت عمرؓ سجدہ کرتے اپنے گھٹنوں پر۔''

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ اِذَا سَجَدَ قَبْلَ يَدَيْهِ ۔
(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص295)

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: ''حضرت ابن عمرؓ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے اپنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے تھے۔''

عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ عَبْدِاللّٰهِ اِذَا انْحَطُّوْا لِلسُّجُوْدِ وَقَعَتْ رُكَبُهُمْ قَبْلَ اَيْدِيْهِمْ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص295)

ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: ''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد جب سجدہ کی طرف جاتے ان کے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے گرتے۔''

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ فَكَرِهَ ذٰلِكَ وَقَالَ هَلْ يَفْعَلُهٗ اِلَّا مَجْنُوْنٌ ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص295)

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا اس آدمی کے متعلق جو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھتا ہے تو فرمایا: ''ایسا وہی کرتا ہے جو پاگل ہو۔''

سوال :1 چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتیوں کی تقلید شرک ہے دینی مسائل میں قیاس و رائے چلانا شیطان کا کام ہے اس لیے ان کو چاہیے کہ وہ شرک و شیطانیت سے بچتے ہوئے صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث سے ہر دو حدیثوں کے بارے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واضح فیصلہ پیش کریں اور اس حدیث کی صحت امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کریں اور ایک لاکھ روپے کا انعام حاصل کریں۔

سوال:2 اگر کوئی آدمی سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنے رکھتا ہے اس کی نماز باطل ہے یا نہیں؟ اگر نماز باطل ہے تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں اور اگر باطل نہیں تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں ۔

☆☆☆

جلسہ استراحت سنت ہے یا نہیں؟

سوال: پہلی اور تیسری رکعت کے سجدہ سے اٹھنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جائیں بیٹھیں نہیں۔ احادیث ملاحظہ فرمائیں!!!

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَنْهَضُ فِی الصَّلَاةِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَلَیْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ یَخْتَارُوْنَ اَنْ یَّنْهَضَ الرَّجُلُ فِی الصَّلَاةِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ۔ (ترمذی؛ ج1 ص65)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ''نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں (سجدہ سے) اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔'' امام ترمذی فرماتے ہیں: ''اہل علم کا عمل حضرت ابو ہریرہ کی حدیث پر ہے وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ آدمی (سجدہ سے دوسری اور تیسری رکعت کی طرف) اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑا ہو۔''

اَنَّ اَبَا مَالِكِ الْاَشْعَرِیَّ جَمَعَ قَوْمَهٗ ...... ثُمَّ کَبَّرَ فَسَجَدَ فَانْتَهَضَ قَائِمًا (مسند احمد ج5 ص343)

حضرت ابو مالک الاشعریؓ نے اپنی قوم کو جمع کر کے نماز سکھائی اس میں ہے: ''آپ نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔''

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ...... قَالَ (رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ) ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَسْتَوِیَ قَائِمًا۔ (بخاری؛ ج2 ص986)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: ''(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز سکھاتے ہوئے) فرمایا پھر تُو اطمینان سے سجدہ کر! پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو جا۔''

عَنِ الشَّعْبِیِّ اَنَّ عُمَرَ وَعَلِیًّا وَّاَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ کَانُوْا یَنْهَضُوْنَ فِی الصَّلَاةِ عَلٰی صُدُوْرِ اَقْدَامِهِمْ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص431)

جلیل القدر تابعی حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور دیگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نماز میں (سجدہ سے) اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوا کرتے تھے۔''

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ رَمَقْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَرَاَیْتُهٗ یَنْھَضُ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ وَلَا یَجْلِسُ (معجم کبیر طبرانی؛ ج9ص266، سنن کبری بیہقی؛ ج2ص125)

عبدالرحمٰن بن یزیدؒ کہتے ہیں: "میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بغور دیکھا میں نے دیکھا کہ آپ پہلی اور تیسری رکعت میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہو جاتے ہیں اور بیٹھتے نہیں۔"

عَنْ وَھْبِ ابْنِ کَیْسَانٍ قَالَ رَاَیْتُ ابْنَ الزُّبَیْرِ اِذَا سَجَدَ السَّجْدَةَ الثَّانِیَةَ قَامَ ھُوَ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ (مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1ص431)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب دوسرا سجدہ کر لیتے تو اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل جیسے ہوتے ویسے ہی کھڑے ہو جاتے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ کَانَ یَنْھَضُ فِی الصَّلَاةِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1ص431)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نماز میں (سجدہ سے) اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ رَاَیْتُ عُمَارَةَ بْنَ عُمَیْرٍ یُّصَلِّیْ مِنْ قِبَلِ اَبْوَابِ کِنْدَةَ قَالَ فَرَاَیْتُهٗ رَکَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمَّا قَامَ مِنَ السَّجْدَةِ الْاٰخِیْرَةِ قَامَ کَمَا ھُوَ فَلَمَّا انْصَرَفَ ذَکَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ یَزِیْدَ اَنَّهٗ رَاٰی عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ یَّقُوْمُ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ فِی الصَّلَاةِ قَالَ الْاَعْمَشُ فَحَدَّثْتُ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اِبْرَاھِیْمَ النَّخْعِیَّ فَقَالَ اِبْرَاھِیْمُ حَدَّثَنِیْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ یَزِیْدَ اَنَّهٗ رَاٰی عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ یَفْعَلُ ذٰلِكَ فَحَدَّثْتُ بِهٖ خَیْثَمَةَ بْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ فَقَالَ رَاَیْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ یَقُوْمُ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ فَحَدَّثْتُ بِهٖ مُحَمَّدَ بْنَ عُبَیْدَ اللّٰهِ الثَّقْفِیَّ فَقَالَ رَاَیْتُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی یَقُوْمُ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ فَحَدَّثْتُ بِهٖ عَطِیَّةَ الْعَوْفِیَّ فَقَالَ رَاَیْتُ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ عَبَّاسٍؓ وَ ابْنَ الزُّبَیْرِ وَاَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ یَقُوْمُوْنَ عَلٰی صُدُوْرِ اَقْدَامِھِمْ۔ (سنن کبری بیہقی؛ ج1ص125)

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "میں نے عمارہ بن عمیر کو ابواب کندہ کی جانب نماز پڑھتے دیکھا سو میں نے دیکھا کہ آپ نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا جب آپ دوسرے سجدے سے اٹھے تو جیسے تھے ویسے ہی کھڑے ہوئے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اس کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا مجھ سے عبدالرحمٰن بن یزید نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھا کہ وہ

نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے ہیں امام اعمش کہتے ہیں میں نے یہ حدیث بیان کی ہے ابراہیم نخعی سے پس ابراہیم نخعی نے کہا مجھے عبدالرحمٰن بن یزید نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے امام اعمش کہتے ہیں پھر میں نے یہ حدیث خثیمہ بن عبدالرحمٰن سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے امام اعمش کہتے ہیں میں نے یہ حدیث محمد بن عبیداللہ ثقفی سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو دیکھا ہے کہ وہ بھی اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے ہیں امام اعمش کہتے ہیں میں نے یہ حدیث عطیہ عوفی رحمۃ اللہ علیہ بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ اَبِیْ عَیَّاشٍ قَالَ اَدْرَکْتُ غَیْرَ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَکَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ فِیْ اَوَّلِ رَکْعَةٍ وَّالثَّالِثَةِ قَامَ کَمَاھُوَ وَلَمْ یَجْلِسْ ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص431)

حضرت نعمان بن ابی عیاش فرماتے ہیں میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار صحابہ کرامؓ کو پایا ہے کہ جب وہ دوسری اور تیسری رکعت کے سجدہ سے اپنا سر اُٹھاتے تھے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور بیٹھتے نہیں تھے۔

عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ کَانَ اَشْیَاخُنَالَا یُمَا یِلُوْنَ یَعْنِیْ اِذَا رَفَعَ اَحَدُھُمْ رَاْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِیَةِ فِیْ الرَّکْعَةِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَةِ یَنْھَضُ کَمَاھُوَ وَلَمْ یَجْلِسْ ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص431)

احادیث کے جامع اول امام زہری فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ مائل نہیں ہوتے تھے یعنی جب کوئی ان میں سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھاتا تو وہ ویسے ہی سیدھا کھڑا ہو جاتا تھا اور بیٹھتا نہیں تھا۔

فائدہ: اس کے برعکس بعض روایات میں دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے پھر کھڑے ہونے کا ذکر بھی آتا ہے۔

چنانچہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر دکھائی ''اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ الْاٰخِرَةِ فِیْ الرَّکْعَةِ الْاُوْلٰی قَعَدَ ثُمَّ قَامَ'' پس انہوں نے پہلی رکعت میں دوسرے سجدہ سے سر اٹھایا تو پہلے بیٹھ گئے پھر کھڑے ہوئے

(ابوداوٗد؛ ج1 ص122)

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِیَّ ﷺ يُصَلِّیْ فَاِذَا كَانَ فِیْ وِتْرٍ مِّنْ صَلَاتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِیَ قَاعِدًا (ابوداوٗد؛ ج1 ص122، ترمذی ج1 ص64، بخاری ج1 ص113)

حضرت مالک بن الحویرث کی ایک اور روایت میں ہے انہوں نے نبی پاک ﷺ کو دیکھا کہ آپ طاق رکعت (پہلی اور تیسری) میں بیٹھے پھر کھڑے ہوئے۔

چونکہ پہلی قسم کی روایات اور دوسری قسم کی روایات میں تعارض ہے لہذا یہ مسئلہ اجتہادی بن گیا سو اس مسئلہ کے حل میں ہم نے اپنے امام مجتہد امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد پر اعتماد کیا ہے اور ان کی اجتہادی رائے یہ ہے کہ دوسرے سجدہ سے سر اُٹھا کر سیدھا دوسری اور چوتھی رکعت کی طرف کھڑا ہو جانا سنت ہے البتہ مجبوری اور عذر ہو تو پھر پہلے بیٹھ کر کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ دوسری قسم کی روایات میں ہے چنانچہ مشاہدہ بھی یہی ہے کہ بوڑھے، بیمار متبدن لوگ ایسا ہی کرتے ہیں نبی پاک ﷺ کا بیٹھ کر پھر اٹھنا اس زمانہ پر محمول ہے جب آپ متبدن ہو گئے تھے اور ضعف بھی آ گیا اس وقت آپ کا طریقہ اس عذر کی وجہ سے پہلے والے مسنون طریقہ سے مختلف ہو گیا تھا اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْيَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُبَادِرُوْنِیْ بِالرُّكُوْعِ وَلَا بِالسُّجُوْدِ ......اِنِّیْ قَدْ بَدَّنْتُ (سنن ابن ماجہ ج1 ص68: سنن ابی داود ج1 ص91)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے رکوع، سجود میں سبقت نہ کیا کرو۔" اِنِّیْ قَدْ بَدَّنْتُ" کیونکہ میں بھاری بدن والا ہو گیا ہوں

عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ اَنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ هُنَيَّةً فَصَلّٰى صَلَاةَ عَمْرِو بْنِ اَبِیْ سَلْمَةَ شَيْخِنَا هٰذَا قَالَ اَيُّوْبُ كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ اَرَهُمْ يَفْعَلُوْنَهٗ كَانَ يَقْعُدُ فِی الثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ ۔ (بخاری ج1 ص113)

یہ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے بقول ابی قلابہ رحمۃ اللہ علیہ مالک بن الحویرث نے نماز رسول اللہ ﷺ پڑھ کر دکھائی تو اس میں وہ سجدہ سے اٹھ کر تھوڑی دیر بیٹھے پس انہوں نے نماز پڑھی ہمارے بوڑھے عمرو بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح حضرت ابو ایوب سختیانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عمرو بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی چیز کرتے کہ میں نے دوسرے حضرات کو اس طرح کرتے نہیں دیکھا وہ تیسری رکعت کے اخیر میں یا چوتھی رکعت کے شروع میں بیٹھتے تھے۔

معلوم ہوا آپ ﷺ کا یہ بیٹھنا بوجہ عذر تھا نہ بطور سنت و شرعی حکم اور حضرت مالک بن

الحویرثؓ نے اسی نماز کا نقشہ پیش کیا۔

سوال 1 اس مسئلہ میں احادیث متضاد ہیں چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتیوں کی تقلید شرک اور دین میں رائے وقیاس شیطانی فعل ہے اس لیے وہ اس شرک اور شیطنت سے بچتے ہوئے صرف اور صرف ایک صحیح ،صریح، مرفوع اور متصل حدیث پیش کریں جس میں ان روایات کے بارے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صریح فیصلہ ہواور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

سوال: 2 اگر کوئی آدمی جلسہ استراحت نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہے یا نہیں؟ اگر نماز باطل ہے تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں اور اگر باطل نہیں تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں ۔؟

خالد گرجا کھی صاحب کا جھوٹ

غیر مقلدین کے عالم جناب خالد گرجا کھی صاحب نے لکھا ہے: ''بعض لوگ جلسہ استراحت کے قائل نہیں ہیں حالانکہ یہ سنت ثابتہ ہے، فقہ حنفی میں اس کا سنت ہونا موجود ہے۔''

ہدایہ ج1 ص383، (صلوۃ النبی ﷺ ص174)

اگر غیر مقلدین ہدایہ میں جلسہ استراحت کا سنت ثابتہ ہونا دکھا دیں اور ہدایہ کی عربی عبارت تحریر کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ لوگو! کب تک قرآن وحدیث کے نام پر دھوکہ کھاتے رہو گے؟

سجدہ سے زمین پر ٹیک لگائے بغیر اٹھنا سنت ھے

سوال: سجدہ سے اٹھتے وقت ہاتھوں کے ساتھ زمین پر ٹیک لگانا کیسا ہے؟

جواب: بغیر ٹیک لگائے اٹھنا سنت ہے، ٹیک لگا کر اٹھنا خلاف سنت ہے۔ ثبوت یہ ہے

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلٰى يَدِهٖ فِى الصَّلَاةِ۔ (ابوداؤد؛ ج1 ص142)

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں: ''انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں ہاتھوں کے ساتھ زمین پر ٹیک لگانے سے منع فرمایا ہے۔''

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ۔ (ابوداؤد ج1 ص122، ترمذی ج1 ص61، نسائی ج1 ص165)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ سجدے سے کھڑے ہوتے تو پہلے ہاتھ اٹھاتے پھر گھٹنے۔''

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ اِذَا نَهَضَ نَهَضَ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَاعْتَمَدَ عَلٰى فَخِذِهٖ (ابوداؤد؛ ج1 ص122)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے: ''نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اٹھے تو اٹھے اپنے گھٹنوں کے بل اور اپنی رانوں پر سہارا لیا۔''

فائدہ :

بعض حدیثوں سے زمین پر ٹیک لگا کر اٹھنا بھی ثابت ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے صحیح بخاری ص114 میں باب قائم کیا ہے۔ كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى الْاَرْضِ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ یعنی اس بات کا بیان کہ جب نمازی رکعت سے کھڑا ہوگا تو کیسے زمین پر ٹیک لگائے گا اور آگے حدیث نقل کی۔

عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ قَالَ جَاءَ نَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فَصَلّٰى بِنَا فِىْ مَسْجِدِنَا هٰذَا فَقَالَ اِنِّىْ لَاُصَلِّىْ بِكُمْ وَمَا اُرِيْدُ الصَّلَاةَ وَلٰكِنْ اُرِيْدُ اَنْ اُرِيَكُمْ كَيْفَ رَاَيْتُ النَّبِىَّ ﷺ يُصَلِّىْ قَالَ اَيُّوْبُ فَقُلْتُ لِاَبِىْ قِلَابَةَ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلَاتُهٗ قَالَ مِثْلَ

صَلَاةِ شَيْخِنَا هٰذَا عَمْرِو بْنِ سَلْمَةَ قَالَ اَيُّوْبُ وَكَانَ ذٰلِكَ الشَّيْخُ يُتِمُّ التَّكْبِيْرَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ ۔

حضرت ابوقلابہؒ کہتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ ہماری اس مسجد میں آئے پس ہمیں نماز پڑھائی پھر فرمایا: ''میں نے تمہیں نماز پڑھائی ہے لیکن میرا مقصود نماز نہیں بلکہ یہ مقصود تھا کہ میں نے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ویسے تمہیں دکھاؤں۔'' ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوقلابہؒ سے پوچھا: ''ان کی نماز کیسے تھی؟ ابوقلابہؒ نے کہا: ''ہمارے اس بوڑھے عمرو بن سلمہؒ کی نماز کی مانند۔'' حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''یہ شیخ جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر سہارا لگا کر پھر کھڑے ہوتے۔

جب دونوں قسم کی روایات میں تعارض ہوا تو اب آثار صحابہؓ وتابعین سے رہنمائی لی جائے گی اور ان آثار کی روشنی میں ان احادیث کی تشریح وتوضیح کی جائے گی۔

آثار صحابہؓ وتابعین

چند آثار یہ ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ اِذَا نَهَضَ الرَّجُلُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ اَنْ لَّا يَعْتَمِدَ بِيَدَيْهِ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ شَيْخًا كَبِيْرًا لَّا يَسْتَطِيْعُ ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص432)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ''فرض نماز میں سنت یہ ہے کہ جب آدمی پہلی دو رکعتوں میں کھڑا ہو تو اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ زمین پر ٹیک نہ لگائے مگر یہ کہ کوئی بہت بوڑھا ہو جو طاقت نہیں رکھتا۔''

عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ اَنَّهٗ كَرِهَ اَنْ يَّعْتَمِدَ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج1 ص432)

محمد بن سیرین (رحمۃ اللہ علیہ سجدہ سے اٹھتے وقت) ٹیک لگانے کو ناپسند کرتے تھے۔

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ كَانَ يَكْرَهُ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ شَيْخًا كَبِيْرًا اَوْ مَرِيْضًا (مصنف ابن ابی شیبۃ ج1 ص432)

ابراہیم نخعیؒ اس کو مکروہ سمجھتے مگر یہ کہ بہت بوڑھا یا مریض ہو۔

ان آثار سے مسئلہ حل ہو گیا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ زمین پر ٹیک لگائے بغیر کھڑا ہو جائے۔ البتہ اگر مجبوری ہو مثلاً: ''بیمار، بوڑھا، بھاری بدن کا آدمی، جس کو بغیر ٹیک لگانے کے کھڑے ہونے میں مشقت ہو تو ایسے لوگ ٹیک لگا سکتے ہیں۔''

سوال:1

دونوں قسم کی روایات میں تعارض و تضاد ہے چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتی کی تقلید شرک اور بغیر وحی کے پیغمبر کی بات بھی ان کے نزدیک حجت نہیں تو کسی امتی کی رائے کیا حیثیت رکھتی ہے اس لیے وہ ان متضاد روایات کا فیصلہ اور اس مسئلہ کا حل حدیث صحیح، صریح، مرفوع اور متصل میں دکھا دیں اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے!!!

سوال:2

اگر کوئی آدمی سجدہ سے ٹیک لگائے بغیر کھڑا ہو جائے تو اس کی نماز باطل ہے یا نہیں؟ اگر نماز باطل ہے تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں اور اگر باطل نہیں تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں ۔

☆............☆............☆

التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ

سوال: التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

جواب: درمیان والا قعدہ ہو یا آخری۔ دونوں میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا۔ ثبوت یہ ہیں:

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ قُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا جَلَسَ يَعْنِيْ لِلتَّشَهُّدِ اِفْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى يَعْنِيْ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ ۔(ترمذی؛ج1ص65)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: ''میں مدینہ آیا تو میں نے (جی میں) کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز ضرور دیکھوں گا۔ سو جب آپ تشہد کے لئے بیٹھے تو اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور بایاں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھا اور دایاں پاؤں کھڑا رکھا۔'' امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ اَنْ تَنْصِبَ الْقَدَمَ الْيُمْنٰى وَاسْتِقْبَالُهُ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوْسُ عَلَى الْيُسْرٰى (سنن نسائی؛ج1ص130)

حضرت عبداللہ اپنے والد ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نماز کی سنت میں سے ہے کہ (تشہد میں) دایاں پاؤں کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ رکھی جائیں اور بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى (مسلم؛ج1ص194)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے۔''

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الْاِقْعَاءِ وَالتَّوَرُّكِ فِي الصَّلَاةِ (سنن کبری بیہقی؛ج2ص120)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (التحیات میں) اکڑوں بیٹھنے سے اور تورک (یعنی دونوں پاؤں یا ایک پاؤں دائیں طرف نکال کر کولہے پر بیٹھنا) سے منع فرمایا۔

عَنْ اَنَسٍ ؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَھٰی عَنِ الْاِقْعَاءِ وَالتَّوَرُّكِ فِی الصَّلَاةِ

(مسند بزار ج2 ص344: مجمع الزوائد؛ ج2 ص242)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (التحیات) میں اکڑوں بیٹھنے سے اور تورک (یعنی دونوں پاؤں یا ایک پاؤں دائیں طرف نکال کر کولہے پر بیٹھنا) سے منع فرمایا۔

عَنْ سَمُرَةَ ؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَھٰی عَنِ التَّوَرُّكِ وَالْاِقْعَاءِ

(مسند بزار ج2 ص155: مجمع الزوائد؛ ج2 ص242)

حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکڑوں بیٹھنے اور تورک کرنے سے منع فرمایا۔

فائدہ :

بخاری ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ میں حضرت ابوحمید الساعدیؓ کی روایت ہے اس میں التحیات کے اندر بحالت تورک بیٹھنا ثابت ہے جس پر دس صحابہ کرامؓ نے شہادت دی۔ چونکہ التحیات میں بیٹھنے کی کیفیت کے بارہ میں احادیث متعارض ہیں اس لیے ان احادیث کو اور اس مسئلہ کو آثار صحابہؓ وتابعین کی رہنمائی میں حل کیا جائے گا۔

آثار صحابہؓ : چند آثار صحابہؓ یہ ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِنَّ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ اَنْ یَّفْرِشَ الْیُسْرٰی وَاَنْ یَّنْصِبَ الْیُمْنٰی

(صحیح ابی عوانہ ج2 ص349: صحیح ابن خزیمہ ج1 ص338: سنن ابی داود ج1 ص138: مصنف ابن ابی شیبہ؛ ص318)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ''نماز کی سنت یہ ہے کہ بائیں پاؤں کو بچھائے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ تَضَعَ اِلْیَتَیْكَ عَلٰی عَقِبَیْكَ فِی الصَّلَاةِ

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ص319)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: ''سنت یہ ہے کہ آپ نماز میں اپنی دونوں سرینوں کو اپنی ایڑیوں پر رکھ لیں۔''

عَنْ كَعْبٍ ؓ قَالَ اِذَا قَعَدْتَّ فَافْرِشْ رِجْلَكَ الْيُسْرٰى فَاِنَّهٗ اَقْوَمُ لِصَلَاتِكَ وَلِصُلْبِكَ ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج۱ص ۳۱۸)

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں: ''التحیات میں اپنے بائیں پاؤں کو بچھا کہ اس سے تیری نماز درست اور کمر سیدھی رہے گی۔''

معلوم ہوا کہ التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہی ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا جائے اور بائیں پاؤں کو بچھا دیا جائے اور تورک والی روایات حالت عذر پر محمول ہیں۔ ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عذر کی وجہ سے اس طرح بیٹھے ہوں اور ظاہر ہے کہ مجبوری اور عذر کی حالت میں کوئی طریقہ متعین نہیں رہتا نمازی کے لئے جس طرح عذر کی حالت میں بیٹھنا ممکن ہو وہ اسی طرح بیٹھے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق بخاری ج1 ص114 پر ہے کہ ان کو ان کے فرزند عبداللہ نے دیکھا کہ وہ نماز میں چوکڑی مار کر بیٹھتے ہیں تو عبداللہ کہتے ہیں کہ ان کو دیکھ کر میں بھی اسی طرح بیٹھ گیا اور اس وقت میں نوعمر تھا پس میرے والد عبداللہ بن عمرؓ نے منع فرمایا اور فرمایا ''اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى وَ تَثْنِيَ الْيُسْرٰى''

(بیٹا) صرف اور صرف سنت یہ ہے کہ تو اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھ اور بائیں پاؤں کو موڑ کر رکھ۔ میں نے کہا: ''(ابا جی) آپ تو چوکڑی مار کر بیٹھتے ہیں۔'' حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے یعنی یہ عذر کی وجہ سے ہے۔''

سوال: 1

ہم غیر مقلدین سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے ہر سہ اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے صرف اور صرف ایک صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث میں ان متعارض احادیث اور اس مسئلہ کے بارے میں صراحتاً نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ دکھائیں اور ایک لاکھ روپیہ انعام پائیں ورنہ حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، سب مقلدین کو مشرک اور دوزخی کہنے کی بدزبانی سے باز آجائیں۔

سوال: 2

اگر کوئی آدمی بایاں پاؤں بچھا کر اور دایاں پاؤں کھڑا کر کے بیٹھتا ہے تو اس کی نماز باطل ہے یا نہیں؟ اگر نماز باطل ہے تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں اور اگر باطل نہیں تو یہ بھی صحیح صریح حدیث میں دکھائیں؟

غیر مقلدین کی صحبت کا انجام:

مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی فرماتے ہیں۔

غیر مقلدین کا ایک گروہ حج کیلئے جہاز پر سوار ہوا، اسی روز انہوں نے نماز مغرب کی جماعت کا انتظام کیا۔ میں (حبیب الرحمٰن شروانی) بھی جماعت میں شریک ہوگیا اس کے بعد بارش اور ہوا کا سلسلہ شروع ہوا عشاء کی نماز ان لوگوں نے میرے کمرے میں آ کر جماعت کے ساتھ پڑھی اس وجہ سے اتفاقاً ان کی جماعت میں پھر دوبارہ شرکت ہوگئی صبح کو اس کا اثر قلب پر سخت ہوا۔ میں اس انقباض (قساوت قلبی اور قلبی غفلت) کی کیفیت سے گھبرا گیا جذب القلوب (جو تصوف اور روحانیت کے موضوع پر ایک عمدہ کتاب ہے) کے مطالعہ سے قلب میں رقت پیدا ہوئی اور اس کے اثر سے یہ کیفیت رفع ہوئی۔ پھر نماز ان کے ساتھ نہیں پڑھی۔

(سفر نامہ حج نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی ص 13)

عبرت: جو لوگ غیر مقلدین کے ساتھ دوستی یا تعلق رکھتے ہیں ان کی صحبت و مجلس میں رہتے ہیں ان کی مساجد میں نماز پڑھتے ہیں وہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں۔

☆☆☆